لطیفہ ۵۳

خلفائے راشدین، بعض صحابہ اور تابعین
نیز بارہ اماموں کے ذکر میں

تذکرہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناقب

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تمام احوال، اقوال اور افعال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے شاہد ہیں اور تمام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہیں۔

جس وقت حضور ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا گیا تو آپ ﷺ نے جبریلؑ سے دریافت کیا کہ میرے ساتھ کون ہجرت کرے گا تو جبریلؑ نے عرض کیا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ اس روز سے اللہ تعالیٰ نے ان کا نام صدیقِ اکبر، کر دیا۔

ابومسعود انصاری کا قول ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اسلام وحی کے مشابہ ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے، ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم روشنی آسمان سے نازل ہوئی اور مکے کا کوئی گھر ایسا نہ بچا ہوگا جس میں اس روشنی کا کوئی نہ کوئی حصہ نہ پہنچا ہو۔ پھر وہ تمام انوار یکجا ہوگئے اور جیسا کہ میں نے پہلے دیکھا تھا ایک نور کی صورت اختیار کرگئے۔ پھر وہ نور میرے گھر میں داخل ہوگیا اور میں کھڑا رہا۔ صبح میں نے یہ خواب ایک یہودی سے بیان کیا اور اس کی تعبیر چاہی۔ اس نے کہا کہ یہ پراگندہ خوابوں میں سے ہے اور ایسے خوابوں کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔ اس واقعے کو ایک زمانہ گزر گیا تا آنکہ میں کسی تجارتی سفر کے دوران بحیرا راہب کے کلیسا میں پہنچا اور میں نے اس سے خواب کی تعبیر دریافت کی۔ اس نے مجھ سے پوچھا تم کون ہو۔ میں نے کہا کہ میں قبیلۂ قریش سے ہوں۔ بحیرا نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے درمیان ایک پیغمبر مبعوث فرمائے گا اور تم اس کے ایّام حیات میں اس کے وزیر رہو گے اور اس کی

وفات کے بعد تم اس کے خلیفہ بنو گے۔ اس کے بعد رسول ﷺ مبعوث ہوئے۔ آپ ﷺ نے مجھے اسلام لانے کے لیے فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ ہر نبی کے پاس اس کی نبوت کی دلیل ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کے پاس کونسی دلیل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میری دلیل وہ خواب ہے جو تم نے دیکھا تھا اور تمہیں یہ بتایا گیا تھا کہ تمہارے خواب کی کوئی تعبیر نہیں ہے۔ آخرکار بحیرا نے تمہیں بتایا کہ تمہارے خواب کی تعبیر یہ ہے اور یہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس واقعے کی خبر آپ کو کس نے دی؟ فرمایا جبریل نے۔ اس جواب پر میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ دلیل کا طلب گار نہیں ہوں کہ اَشھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَاشَرِیۡکَ لَہٗ وَاَشھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ (میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی ہستی لائق عبادت نہیں سوائے اللہ واحد کے جس کا کوئی شریک نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں)

رسول علیہ السلام نے فرمایا، میں نے جس شخص کو اسلام کی دعوت دی اس نے میری دعوت کو قبول کرنے میں تردد اور توقف کیا سوائے ابوبکرؓ کے۔ جونہی میں نے انہیں اسلام کی دعوت دی انہوں نے فوراً میری تصدیق کی اور کہا کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ وہ صدیق اکبر ہیں۔

امیرالمومنین ابوبکرؓ نے بیان کیا کہ زمانۂ جاہلیت میں میں ایک روز، درخت کے سائے میں بیٹھا تھا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ اس درخت کی ایک شاخ میری طرف بڑھی۔ میں نے غور سے اسے دیکھا اور اپنے دل میں کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے میرے کان میں آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ کے رسول فلاں وقت ظاہر ہوں گے۔ تمہیں چاہیے کہ اس وقت تم سب سے زیادہ سعادت مند لوگوں میں شامل ہوجاؤ۔ میں نے اس آواز سے کہا کہ واضح طور پر بتاؤ کہ وہ رسول کون ہے اور اس کا نام کیا ہے۔ آواز آئی کہ وہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہیں۔ میں نے کہا وہ تو میرے ساتھی، ہم نشین اور دوست ہیں۔ پھر میں نے اس درخت سے عہد کیا کہ جس وقت وہ مبعوث ہوں مجھے بشارت دینا۔ جب آپ ﷺ مبعوث ہوئے تو اس درخت سے پھر آواز آئی، اے ابوقحافہ کے بیٹے کوشش اور اہتمام کرو کہ اُن صاحب پر وحی نازل ہوچکی ہے۔ موسیٰ کے رب کی قسم! کوئی شخص اسلام میں تم پر سبقت نہ لے پائے گا۔ جب صبح ہوئی تو میں رسول علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا، اے ابوبکر! میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے کہا اَشھَدُ اَنَّکَ رَسُوۡلَ اللّٰہِ بَعَثَکَ بِالۡحَقِّ سِرَا جاً مُّنِیۡراً (میں گواہی دیتا ہوں بے شک آپ حق کے ساتھ خدا کے رسول ہیں اور روشن چراغ ہیں) پس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔

حضرت امیرالمومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل میں ایک مرتبہ تجارت کی غرض سے یمن گیا۔ وہاں کے ایک قبیلے کے سردار سے میری ملاقات ہوئی جو آسمانی کتابوں کا عالم تھا اور اس کی عمر چار سو سال تھی۔ اس نے مجھے دیکھ کر کہا، میرا گمان ہے کہ تم حرم مکہ سے آئے ہو۔ میں نے جواب میں ہاں کہا۔ اس نے دریافت کیا، کیا تم قریشی ہو؟ میں نے جواب میں ہاں کہا۔ اس نے پھر دریافت کیا، کیا بنوتمیم سے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ عالم نے

کہا بس ایک علامت معلوم کرنا باقی ہے۔ میں نے کہا وہ کیا ہے۔ اس نے کہا تم اپنا پیٹ برہنہ کرو۔ میں نے کہا جب تک تم یہ نہیں بتاؤ گے کہ تمہارے سوالات کا مقصد کیا ہے میں پیٹ برہنہ نہیں کروں گا۔ اس نے کہا کہ میں نے آسمانی کتابوں میں پڑھا ہے کہ حرم میں اللہ کا ایک رسول پیدا ہوگا۔ اس کے دو مددگار ہوں گے۔ ایک جوان اور دوسرا ادھیڑ عمر کا۔ جوان کی خصوصیت یہ ہے کہ محنتوں اور مشقتوں میں زندگی گزارے گا۔ ادھیڑ عمر والے کا رنگ اجلا اور اس کے پیٹ پر سیاہ تل ہوگا۔ میں نے اپنا پیٹ کپڑا ہٹا کر دکھایا تو اسے میرے پیٹ پر سیاہ تل نظر آیا۔ اس نے کہا، کعبے کے رب کی قسم تم وہی ادھیڑ عمر کے شخص ہو۔ پھر اس نے مجھے وصیت کی کہ احتیاط کرنا، ہدایت کا راستہ اختیار کرنا اور اس افضل طریقے سے قائم رہنا جو اللہ تعالیٰ نے اس چیز میں بیان کی ہیں جو تمہیں عطا کی جائے گی۔ جب یمن میں میں اپنے کاموں سے فارغ ہوگیا تو اس سے رخصت ہونے کے لیے اس کے پاس گیا۔ اس نے چند اشعار میرے سپرد کیے کہ ان کو پیغمبر ﷺ تک پہنچا دینا۔ جب میں مکے پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوچکے تھے۔ سردارانِ قریش مجھ سے ملنے کے لیے آئے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ تم لوگوں کے درمیان کوئی عجیب واقعہ تو رونما نہیں ہوا۔ انہوں نے کہا کہ اس سے زیادہ اور کون سا واقعہ عجیب ہوسکتا ہے۔ کہ یتیم ابو طالب[۱] پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے۔ ہم تمہارے منتظر تھے۔ اب جبکہ تم آگئے ہو تو اس معاملے کو نمٹا لو گے۔ بہر نوع میں نے ان لوگوں کو روانہ کیا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں معلوم کیا انہوں نے بتایا کہ (حضرت) خدیجہؓ کے گھر میں ہیں۔ میں وہاں پہنچا اور مکان کے دروازے پر دستک دی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا، یا محمد! میں نے آپ کے بارے میں اہل قبیلہ کے گھروں میں دریافت کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے آبائی دین کو چھوڑ دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر! میں اللہ کا رسول ہوں۔ مجھے تمہاری اور سب لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ اس پر آپ کی دلیل کیا ہے؟ فرمایا، وہ یزدی شیخ جس سے تم نے یمن میں ملاقات کی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کس شیخ کے بارے میں فرما رہے ہیں، میں تو وہاں کے بہت سے مشائخ سے ملا تھا۔ فرمایا، وہ شیخ جنہوں نے تمہیں چند بیت دیے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اے میرے حبیب یہ خبر آپ کو کس نے دی؟ فرمایا، اس بزرگ فرشتے نے جو مجھ سے پہلے دوسرے نبیوں کے پاس آتا رہا ہے۔ میں نے آپ کا دستِ مبارک تھام لیا اور کہا اَشْهَدُاَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَللّٰهُ وَاَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ہے اور آپ اللہ کے رسول ہیں) بعدازاں میں آپ ﷺ کی خدمت سے واپس ہوا، اس وقت دنیا میں کوئی شخص مجھ سے زیادہ شادماں نہ ہوگا کیونکہ مجھے ایمان کی توفیق حاصل ہوئی تھی۔

---

[۱] مطبوعہ نسخہ صفحہ ۳۳۵۔ سطر ۴۔ ''یتیم ابوطالب دعویِ نبوت می کند''۔ غالبًا۔ ''یتیم ابوطالب'' سہوِ کتابت ہے۔ یتیمی کی نسبت والد سے ہوتی ہے، اس اعتبار سے حضور ﷺ کو ''یتیم عبداللہ'' کہا گیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہاں ''یتیم ابوطالب'' کی ترکیب میں لفظ یتیم اس کے معروف معنوں میں استعمال نہ ہوا ہو لیکن فارسی عبارت میں ایسا کوئی قرینہ نظر نہیں آتا۔ واللہ اعلم۔

آخری بیماری میں حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، رات میں نے خلافت تفویض کرنے کے معاملے میں کئی بار استخارہ کیا اور حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ الٰہی جو کچھ تیری رضا کے مطابق ہو مجھے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما، تم جانتے ہو کہ میں جھوٹ ناپسند کرتا ہوں اور وہ کون غافل شخص ہوگا کہ حق تعالیٰ سے ملاقات کے وقت جھوٹ بات کہے گا اور جھوٹی بات کو دو مسلمان فریقوں کے لیے جائز رکھے گا۔ سب حاضرین نے کہا اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نایب! کسی کو آپ کی سچائی میں شک نہیں ہے۔ جو آپ کو فرمانا ہے (بے تکلف) فرمائیں۔ آپ نے (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے) کہا کہ آخرِ شب مجھ پر نیند نے غلبہ کیا، میں نے رسول ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ میں لباس مبارک کے چاروں طرف پھرا۔ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جامہ ہائے مبارک نے سبز اور چمک دار ہونا شروع کیا، یہاں تک کہ اس نور نے دیکھنے والے کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں جانب دو بلند قد شخص کھڑے تھے جو بے حد حسین وجمیل تھے، ان کے لباس سے نور بکھر رہا تھا اور ان کا دیدار سرمایۂ سرور تھا۔ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا اور شرف مصافحہ سے اپنے آپ کو مشرف کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھا جس سے میرے اندر جو اضطرابی اور خفقانی کیفیت تھی اسے سکون حاصل ہوگیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوبکر! تم سے ملاقات کرنے کا اشتیاق ہے۔ زیادہ وقت نہ گزرے گا کہ تم مجھ سے آملو گے۔ خواب میں مجھ پر اس قدر گریہ طاری ہوا کہ میرے اہل خانہ نے میری آواز سنی پھر مجھے حالتِ گریہ کے بارے میں بتایا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ مجھے بھی آپ کی زیارت کا اشتیاق ہے۔ فرمایا بس تھوڑا وقت باقی ہے پھر ایسا وصال حاصل ہوگا جس میں جدائی کا وہم تک نہ ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا کہ تفویضِ خلافت کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اختیار فرمائیے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رعیت کا والی بہت زیادہ عاملِ صادق اور حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے۔ آسمان و زمین میں پسندیدہ شخصیت یا یگانۂ روزگار ہستی ہے یعنی عمرؓ بن الخطاب (ان اوصاف کا حامل ہے)۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ دو شخص تمہارے وزیر ہیں۔ یہ دنیا اور آخرت میں تمہارے مددگار اور بہشت میں تمہارے ہمسائے ہوں گے۔ بعد ازاں اُن دونوں نے مجھے سلام کیا اور کہا۔ آپ نے مکروہ سے خلاصی پائی، آپ آسمان میں صدیق ہیں، فرشتوں کے درمیان صدیق ہیں اور زمین میں مخلوق کے درمیان صدیق ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، یہ دو شخص کون ہیں کہ میں نے ان کی مثل کوئی شخص نہ دیکھا۔ فرمایا کہ یہ دو کریم فرشتے جبریل اور میکائیل ہیں۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام تشریف لے گئے اور میں جاگ گیا۔ میرے رخسار آنسوؤں سے تر تھے اور اہل خانہ میرے سرھانے رو رہے تھے۔

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ (حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد) بعض لوگوں نے کہا کہ ہم ابوبکرؓ کو مشہد (شہیدوں کے قبرستان) میں دفن کریں گے اور بعض نے کہا کہ بقیع لے جائیں گے، (لیکن) میں نے کہا کہ میں اپنے

حجرے میں اپنے حبیب کے سامنے انہیں دفن کروں گی۔ اس تجویز پر ہمارے درمیان اختلاف رہا کہ مجھ پر نیند نے غلبہ کیا اور اس حالت میں میں نے کسی کہنے والے سے سنا، **اوصلوا الحبیب الی الحبیب** (دوست کو دوست تک پہنچاؤ) جب میں جاگی (تو مجھے معلوم ہوا کہ) دوسرے لوگوں نے بھی یہی آواز سنی تھی حتیٰ کہ مسجد میں موجود لوگوں نے بھی یہ آواز سنی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے کے دروازے پر لے جانا اور کہنا، **السلام علیک یا رسول اللہ**، یہ ابوبکر ہے آپ کے آستانے پر حاضر ہوا ہے۔ چنانچہ اگر روضۂ پاک کا دروازہ کھل جائے تو مجھے اندر لے جا کر دفن کر دینا ورنہ میرا جنازہ بقیع کے قبرستان لے جانا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کی وصیت کے مطابق عمل کیا، ابھی وصیت کردہ کلمات پوری طرح ادا نہ ہوئے تھے کہ دروازے کا پردہ خود بخود اٹھ گیا اور کانوں میں آواز آئی، دوست کو دوست کی طرف لاؤ۔

حضرت ابوبکرؓ کی مدتِ خلافت دو سال اور عمر شریف تریسٹھ سال تھی۔ آپ کی وفات ۱۸ رجب ☆ ۱۲ھ کو ہوئی۔ مرض الموت میں اپنی اولاد سے متعلق حضرت عائشہؓ سے سفارش کی جن میں دو لڑکے اور لڑکیاں تھیں حالانکہ سوائے حضرت عائشہؓ اور ایک دوسری بیٹی کے آپ کے تیسری بیٹی نہ تھی۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ میری تو صرف ایک بہن ہے دوسری کہاں سے آ گئی۔ فرمایا کہ میری بیوی حاملہ ہے اور میرا گمان ہے کہ بیٹی پیدا ہوگی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب وضع حمل ہوا تو بیٹی پیدا ہوئی۔

تذکرہ دوم۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مناقب

رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ پچھلی امتوں میں محدث ہوتے تھے یعنی اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا تھا، اگر میری امت میں ایسی صفت کا کوئی ہے تو عمرؓ بن خطاب ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تائید میں ابن عمرؓ کا یہ قول ہے کہ نبی کریم ﷺ صحابہؓ سے مشورہ فرماتے تھے لیکن حضرت عمرؓ کی بات حکمِ الٰہی کے موافق ہوتی تھی۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگ کنویں میں ڈول ڈال کر پانی نکال رہے ہیں۔ سب نے اسی قدر پانی نکالا جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ اس کے بعد ابن ابوقحافہ (ابوبکرؓ) نے ڈول کھینچا، اُن پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ انہوں نے ڈول کھینچنے میں دقت محسوس کی پھر ابنِ خطاب (عمرؓ) نے یہ کام اپنے ہاتھ میں لیا۔ میں نے کنویں سے پانی نکالنے میں ان جیسا قوی شخص نہیں دیکھا یہاں تک کہ پانی سے تمام حوض بھر گیا اور اس پانی سے تمام لوگ سیراب ہوئے۔ یہ قول حضرت عمرؓ کی خلافت سے متعلق ہے۔

حضرت عمرؓ کے فضائل بہت ہیں اور آپ سے جو خوارق ظہور میں آئے وہ بھی بے شمار ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ جمعے کے دن منبر پر چڑھے اور خطبہ دینا شروع کیا۔ یکایک آپ نے خطبہ روک دیا اور دو بار یا تین بار فرمایا، ''**یَاسَارِیَةَ الْجَبَلَ**''

☆ عالمِ اسلام میں آپ کی تاریخ وصال ۲۲ر جمادی الثانی مشہور ہے۔ (ناصر الدین) بحوالہ تاریخ الخلفاء للسیوطی: ص ۱۴۸

(اے ساریہ! پہاڑ) یہ فرمانے کے بعد پھر خطبہ دینے لگے۔ حاضرین خطبہ آپس میں کہنے لگے شاید عمرؓ دیوانے ہوگئے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نماز کے بعد آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اے عمر آپ کو کیا ہوگیا تھا کہ خطبے کے درمیان آپ نے یہ بات کہی اور لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ دورانِ خطبہ میں نے دیکھا کہ ساریہ اپنی قوم کے ساتھ کافروں سے جنگ کر رہے ہیں اور کافر آگے بڑھتے جا رہے ہیں یہ منظر مجھ سے دیکھا نہ گیا اور میں نے وہ کلمات دہرائے تاکہ پہاڑ کی طرف مڑ کر دیکھیں اور کافروں کے شر سے محفوظ ہوجائیں۔ کہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ سے ساریہ کی لشکر گاہ ایک مہینے کے سفر پر تھی۔ فتح حاصل کر کے ساریہ مدینے لوٹے اور بیان کیا کہ جمعے کا دن تھا ہم صبح سے شام تک کافروں سے مصروف جہاد رہے۔ اچانک ہم نے ایک منادی کرنے والے کی آواز سنی یا ساریہ الجبل۔ ہم نے پہاڑ کی طرف رُخ کر کے ایسی زبردست جنگ کی کہ بہت سے کافر مارے گئے اور جو باقی بچے وہ بھاگ گئے۔ ان لوگوں نے جنہوں نے حضرت عمرؓ کو پاگل پن کا طعنہ دیا تھا یہ سُنا تو اعتراف کیا کہ عمرؓ کو اپنے حال پر چھوڑو، وہ اسی کام کے لیے بنائے گئے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ لوگوں نے اسی جمعے کے روز یہ بات امیر المومنین علیؓ سے کہی تو انہوں نے فرمایا، عمرؓ کوئی ایسا کام نہیں کرتے یا ایسی بات نہیں کہتے کہ اسے انجام نہ دے سکیں۔

ایسے ہی واقعات میں ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک لشکر کسی دور کے علاقے میں بھیجا تھا۔ ایک روز مدینہ طیبہ میں یہ آواز سنائی دی۔ لبیکاہ لبیکاہ (وہ حاضر ہے، وہ حاضر ہے) کسی کو پتہ نہ چلا کہ یہ کیا بات ہوئی۔ بہر حال لشکر مدینے میں واپس آیا۔ امیرِ لشکر اُن فتوحات کو گنوانے لگے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں ارزانی فرمائی تھیں۔ امیر المومنین عمرؓ نے کہا، ان باتوں کو چھوڑو اور اس آدمی کا حال بیان کرو جسے تم نے زبردستی پانی میں بھیجا تھا کیا بنا۔ امیر لشکر نے کہا، اے امیر المومنین! واللہ میں اس کے ساتھ کوئی برائی کرنا نہیں چاہتا تھا۔ میں ایک دریا پر پہنچا، مجھے اس کی گہرائی کا پتہ نہ تھا لیکن ہمیں وہاں گزرنا ضروری تھا۔ ہم نے اسے برہنہ کر کے دریا میں اتارا۔ سرد ہوا چل رہی تھی وہ اس کے جسم میں سرایت کر گئی۔ وہ فریاد کرنے لگا واعمراہ واعمراہ۔ اس کے بعد سردی کی شدت سے ہلاک ہوگیا۔ لوگوں نے سنا اور جان لیا کہ صدائے لبیک اُس مظلوم کی فریاد کے جواب میں تھی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا، اس واقعے کے بعد آئندہ ایسا عمل نہیں ہوگا۔ میں بے شک تمہیں بدلے میں قتل کرواتا۔ جاؤ اور اس کے اہل خانہ کو دیت ادا کرو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میں دوبارہ تمہیں یہاں نہ دیکھوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ کسی مسلمان کا قتل بہت سے کافروں کی ہلاکت سے زیادہ بڑا ہے۔

ازانجملہ ایک واقعہ یہ ہے کہ جس زمانے میں مصر فتح ہوا اور عمروؓ بن العاص وہاں کے والی بنے تو اہل مصر کے بانیوں میں سے چند اشخاص ان کے پاس آئے اور کہا کہ دریائے نیل کی ایک عادت ہے جس کے بغیر وہ جاری نہیں رہتا اور بالآخر خشک ہوجاتا ہے۔ عمروؓ بن العاص نے دریافت کیا کہ وہ کونسی عادت ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ عادت یہ ہے کہ جس مہینے میں ہم آپ کے پاس آئے ہیں، اس کے بارہ دن گزرنے پر ہم کہیں سے ایک بارہ سالہ کنواری لڑکی کو تلاش کرتے

ہیں اور اس کے ماں باپ کو اس قدر مال دیتے ہیں کہ وہ اس لڑکی کو ہمارے سپرد کرنے پر راضی ہوجاتے ہیں۔ پس ہم اس لڑکی کو لباس اور زیور سے آراستہ کرکے دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ جب حضرت عمرو بن العاص نے یہ بات سنی تو کہا کہ اسلام میں ایسی رسموں کا کوئی گزر نہیں ہے بلکہ اپنی آمد سے قبل تمام بری رسموں کو مٹاتا ہے۔ اس تاریخ سے تین ماہ گزرنے کے بعد دریائے نیل کا تمام پانی خشک ہوگیا اور لوگ وہاں سے دوسرے علاقوں میں جانے لگے۔ حضرت عمروؓ بن عاص نے جب یہ حالت دیکھی تو اس کی کیفیت لکھ کر امیر المومنین حضرت عمرؓ کی خدمت میں روانہ کی۔ جب یہ مکتوب حضرت عمرؓ کو ملا تو آپ نے اس کے ایک حصے پر یہ عبارت[1] لکھ کر واپس بھیج دیا کہ دریائے نیل میں ڈال دیا جائے۔

''یہ تحریر اللہ کے بندے عمرؓ کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کی طرف ہے۔ پس بے شک اگر تو اپنی مرضی سے جاری رہتی ہے تو جاری نہ ہو۔ اگر تو خدائے واحد القہار کے حکم سے جاری ہوتی ہے تو میں خدائے واحد القہار سے التجا کرتا ہوں کہ وہ تجھے جاری کردے۔''

حضرت عمروؓ بن عاص نے کاغذ کا وہ ٹکڑا دریائے نیل میں ڈال دیا۔ دوسرے روز سولہ گز پانی چڑھ گیا۔ اس زمانے سے اہل مصر سے وہ بری رسم بھی جاتی رہی۔

حضرت عمرؓ کی خلافت دس سال قائم رہی۔ آپ کی وفات ۲۶ / ذی الحجہ☆ ۲۳ ہجری کو شب جمعہ میں ہوئی آپ کی قبر مبارک سلطان الانبیاء ﷺ کے روضۂ مبارکہ میں ہے۔ منقول ہے کہ جس روز آپ کو قتل کیا گیا تو تمام روئے زمین پر تاریکی چھا گئی۔ چھوٹے چھوٹے بچے (خوف سے) ماؤں سے لپٹ گئے اور کہنے لگے، شاید قیامت آگئی ہے۔ ماؤں نے (ڈھارس دیتے ہوئے) کہا نہیں بچو قیامت نہیں آئی بلکہ عمرؓ بن خطاب شہید کر دیئے گئے ہیں۔ جس روز یہ واقعہ رونما ہوا، کوئی شخص یہ اشعار پڑھتا تھا اور لوگ اسے دیکھ نہ سکتے تھے۔

رباعی:

لبیک علی الاسلام من کان باکیا
فقد او شکوا اھلکوا وما قدم العھد
و ادبرت الدُنیا و ابردھا
وقد بلھا من کان یومن بالوعد

(جو شخص رونا چاہے وہ اسلام کے حال پر گریہ کرے۔ پس تحقیق و ہلاکت کے قریب پہنچ گئے۔ نہ زمانہ دراز ہوا نہ دنیا

---

[1] عربی عبارت کو فارسی ترجمے کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ مترجم نے عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے فارسی ترجمے کا اُردو ترجمہ کیا ہے۔ مطبوعہ نسخہ ص ۳۳۷۔

☆ عالمِ اسلام میں یکم محرم کو یومِ شہادت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منایا جاتا ہے۔ تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۲۱۵ پر آپ کا یوم تدفین یکم محرم تحریر ہے۔ (ناصر الدین)

نے پیٹھ دی۔ اس کی خیریت وخوبی سرد ہوگئی۔ بے شک اس نے دنیا کو برطرف کر دیا جو وعدے پر ایمان لایا تھا)

تذکرہ سوم۔ رافضیوں کے فرقے پر عذاب کا ذکر

روافض کی بدگوئی پر عذاب کے بارے میں روایات ہیں۔ کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ ہم تین شخص یمن کے سفر پر روانہ ہوئے۔ ہم میں ایک شخص کوفے کا رہنے والا تھا جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کے حق میں بدگوئی کرتا تھا۔ ہم نے ہر چند اسے نصیحت کی لیکن وہ (اپنی بدی سے) باز نہ آیا۔ جب ہم یمن پہنچے تو ایک جگہ قیام کر کے سوگئے۔ جب کوچ کرنے کا وقت ہوا تو ہم نے وضو کیا اور اُس کوفی کو جگایا۔ وہ بیدار ہوکر کہنے لگا۔ افسوس! کاش میں اس سفر میں تم سے باز رہتا۔ اس وقت جبکہ تم نے مجھے جگایا، رسول ﷺ میرے سرہانے تشریف فرما تھے اور فرما رہے تھے، اے بدکار! اللہ تعالیٰ بدکار کو ذلیل وخوار کرتا ہے۔ اس سفر میں تیری صورت مسخ ہوجائے گی۔ تجھ پر افسوس ہے۔ اٹھ اور وضو کر۔

جب وہ شخص وضو کرنے بیٹھا اور پیر درست کیے تو اچانک ہم نے دیکھا کہ اس کے پاؤں کی انگلیوں نے مسخ ہونا شروع کر دیا۔ اس کے دونوں پاؤں بندر کی مانند ہوگئے۔ پھر یہ حالت رانوں تک پہنچی۔ پھر اس کے سینے کے نیچے تک۔ اس کے بعد اس کا سینہ مسخ ہوا۔ آخر اس کا چہرہ اور سر بالکل بندروں جیسا ہوگیا۔ ہم نے اسے پکڑ کر اونٹ کے اوپر بٹھا دیا اور روانہ ہوئے۔ غروبِ آفتاب کے وقت ہم ایک جنگل سے گزرے، وہاں چند بندر اور آ گئے۔ ان بندروں کو دیکھ کر یہ بندر بہت ہی بے تاب اور مضطرب ہوا اور رسی کو اپنے دانتوں سے کاٹ کو خود کو رہا کیا اور جنگلی بندروں میں جاملا۔ پھر اس نے ہماری جانب رُخ کیا، جنگلی بندروں نے بھی اس کی موافقت میں اپنے رُخ ہماری طرف کر لیے۔ ہم نے کہا کہ ہم مشکل میں پڑ گئے ہیں کیونکہ ایک وقت یہ بندر آدمی تھا۔ اس بدبخت نے ہمیں ایذا پہنچائی۔ اب جبکہ جنگل کے بندر اس کے دوست ہوگئے ہیں خدا جانے یہ کیا کرے گا۔ وہ بندر (رفیقِ سفر) ہمارے نزدیک آیا اور اپنی دُم پر بیٹھ گیا، پھر ہماری جانب دیکھا اور اس کی آنکھ میں آنسو آ گئے۔ کچھ دیر بعد بندوروں کی جماعت چلی تو وہ بھی ان کے تعاقب میں روانہ ہوگیا۔

شیخینؓ کی توہین کرنے والے شخص کا چہرہ مسخ ہوجانا

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ کوفے کا رہنے والا ایک شخص تھا جو حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کے حق میں ناروا باتیں کہتا اور گالیاں دیتا تھا۔ وہ ہمارا ہم سفر ہوگیا۔ ہم نے اسے کئی بار نصیحت کی بالآخر صاف کہہ دیا کہ وہ ہم سے جدا ہوجائے۔ سفر سے واپسی پر اس کا غلام ہمیں ملا، ہم نے غلام سے کہا کہ تم اپنے آقا سے کہو کہ وہ ہمارے ساتھ واپسی کا سفر کرے۔ غلام نے کہا کہ میرے آقا کے ساتھ عجیب حادثہ رونما ہوا۔ اس کے ہاتھ پاؤں خنزیر کے جیسے ہوگئے ہیں ہم اس کے پاس گئے اور ساتھ سفر کرنے کی دعوت دی۔ اس نے کہا کہ میں عظیم حادثے میں مبتلا ہوں۔ پھر اپنے ہاتھ آستین سے باہر نکالے جو خنزیر کے

ہاتھوں کی مانند تھے۔ اس کے بعد وہ ہمارے ساتھ باہر نکلا اور ہم اس جگہ پہنچے جہاں بہت سے خنزیر جمع تھے۔ وہاں اس نے خود کو سواری سے گرا دیا اور خنزیر کی صورت اختیار کر لی اور انہی میں شامل ہو گیا حتیٰ کہ ہم پھر اسے پہچان بھی نہ سکے۔ ہم اس کے مال اور غلام کو کوفے میں لے آئے۔

اسی طرح بیان کرتے ہیں کہ ایک مجاہد نے کہا کہ ہم ایک لشکر کے ساتھ جہاد کے لیے جا رہے تھے۔ بنو تمیم میں سے ایک شخص جس کا نام ابواحسان تھا ہمارے ساتھ تھا۔ وہ شخص حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کو گولیاں دیتا اور ناروا باتیں کہتا تھا ہم نے ہر چند اسے نصیحت کی لیکن ہماری نصیحت بے سود رہی۔ ہم اسے اہل اختیار میں سے ایک صاحب کے پاس جو ہمارے راہبر بھی تھے لے گئے۔ انہوں نے حکم دیا کہ اس شخص کو میرے سامنے حاضر کرو اور چلے جاؤ۔ ہم اسے حاکم کے روبرو چھوڑ کر چلے گئے۔ ایک عرصہ گزر جانے کے بعد ہم نے دیکھا کہ وہ ہمارے پیچھے آ رہا ہے۔ حاکم نے اسے پہننے کو کپڑے دیئے اور سواری کو گھوڑا دیا۔ جب ہمارے پاس پہنچا تو طنزاً خوش ہونے لگا اور کہا اے خدا کے دشمنو تم نے کیا دیکھا ہم نے اس سے کہا کہ تم ہمارے ساتھ نہ رہو۔ وہ شخص ایک جانب چلا اور ہم دوسری جانب چل دیے۔ اچانک وہ راستے سے ہٹ کر قضائے حاجت کے لیے بیٹھا۔ ہم نے دیکھا کہ اس پر بھڑ کی مکھیوں نے حملہ کر دیا۔ وہ ہم سے مدد کا خواستگار ہوا تا کہ اسے بھڑ کی مکھیوں سے نجات دلائیں۔ بھڑوں نے ہم پر حملہ کر دیا اور ہم لوٹ آئے۔ ہم نے اس کی جانب نگاہ کی دیکھا کہ بھڑوں نے اس کا گوشت اُدھیڑ دیا تھا یہاں تک کہ گوشت کے اندر کی سفید ہڈیاں چمک رہی تھیں۔ ہم نے ندا کی کہ بنو تمیم میں سے کوئی ہے جو ابواحسان کا ترکہ حاصل کرے۔

ایک عجیب حکایت

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اہل بصرہ میں سے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ ہم نے اہوان کے تاجروں میں سے ایک شخص کے ہاتھ کچھ سامان بیچا۔ لوگوں نے ہمیں بتایا کہ یہ شخص رافضی ہے اور شیخینؓ کو گالی دیتا ہے اور ناروا باتیں کہتا ہے۔ جب میرا اس کے پاس آنا جانا بڑھ گیا تو ایک روز میں اس کے پاس بیٹھا تھا۔ یکا یک اس نے شیخینؓ (حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ) کی نسبت ناپسندیدہ باتیں کہنی شروع کر دیں۔ میں آزردگی کی حالت میں اس کے پاس سے اٹھ کر چلا آیا۔ اس رات افطار بھی افسردہ دلی کے ساتھ کیا۔ اس رات مجھے رسول ﷺ کی زیارت ہوئی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ فلاں شخص کو دیکھتے ہیں کہ وہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی شان میں کیا کہتا ہے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا، تمہیں برا لگتا ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں اے اللہ کے رسول۔ فرمایا جاؤ اسے میرے سامنے حاضر کرو۔ میں گیا اور اسے لے کر آیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اسے سلاؤ، میں نے اسے سلا دیا۔ پھر حضور ﷺ نے مجھے ایک چھری عنایت فرمائی اور حکم دیا کہ اس کو مار دو۔ میں نے عرض کیا کہ میں اسے نہیں ماروں گا۔ میں نے تین بار سوال کیا کیونکہ کسی کو قتل کرنا میرے نزدیک بڑی بات تھی۔ تیسری بار حکم فرمایا،

تجھ پر افسوس اسے مار ڈال۔ میں نے اسے مار دیا۔

جب صبح ہوئی تو میں نے دل میں کہا کہ اُس خبیث کے ہاں جا کر اس کا حال معلوم کروں۔ جب میں اس کے محلے میں پہنچا تو اس کے گھر سے رونے دھونے کی آواز آرہی تھی۔ میں نے دریافت کیا کہ یہاں کیا حادثہ ہوا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ گزشتہ رات فلاں شخص اپنے بستر پر مقتول پایا گیا۔ میں نے کہا واللہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے قتل کیا ہے۔ اس کے بیٹے کو علم ہوا تو مجھ سے کہا کہ آپ اپنا مال سمیٹ کر لے جائیں اور مجھے چھوڑیں تا کہ میں تجہیز و تکفین کا انتظام کروں۔ میں نے اپنا مال لیا اور وہاں سے چلا آیا۔

کتاب فتوحات میں شیخین کی کرامات کا ذکر

کتاب فتوحات[1] میں تحریر کیا گیا ہے کہ اولیا اللہ کا ایک گروہ ہے جنہیں ''رجبیون[2]'' کہتے ہیں یہ چالیس افراد ہیں۔ نہ کم ہوتے ہیں اور نہ زیادہ ہوتے ہیں۔ ان کی کیفیت یہ ہے کہ رجب کی پہلی تاریخ سے اس قدر بوجھل ہوجاتے ہیں گویا آسمان ان کے سر پر آپڑا ہے۔ یہ خود سے حرکت نہیں کرسکتے۔ ہاتھ پاؤں نہیں ہلاسکتے بلکہ پلک بھی نہیں جھپکا سکتے۔ ماہ رجب کے پہلے دن یہی کیفیت رہتی ہے، پھر رفتہ رفتہ ہلکے پھلکے ہوتے جاتے ہیں۔ جب ماہِ شعبان شروع ہوتا ہے تو کسی قسم کی گرانی باقی نہیں رہتی گویا نیند سے چھٹکارا پاچکے ہوں۔ ماہِ رجب میں ان پر بہت زیادہ کشف اور تجلّیات وارد ہوتی ہیں اور غیب کی باتوں پر مطلع کیا جاتا ہے۔ ماہِ شعبان میں یہ کیفیت سلب کرلی جاتی ہے اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ بعضوں کے احوال پورے سال اسی طرح برقرار رہتے ہیں۔

صاحب فتوحاتؒ فرماتے ہیں، میں نے اِن حضرات میں سے ایک بزرگ کو دیکھا تھا۔ انہیں رافضیوں کے بارے میں کشف ہوتا تھا۔ وہ رافضی کو خنزیر کی صورت میں دیکھتے تھے پھر وہ اسے اپنے ہاں بلاتے اور اس سے کہتے کہ تم خدائے تعالیٰ سے توبہ کرو اور رجوع کرو کیونکہ تم رافضی ہو۔ اس شخص کو بڑی حیرت ہوتی اگر توبہ کرلیتا اور اپنے رجوع کرنے میں سچا ہوتا تو انسان صورت نظر آتا۔ اس سے کہتے کہ تم اپنی توبہ میں صادق ہو۔ اگر وہ توبہ میں جھوٹا ہوتا تو اس کی صورت اسی طرح خنزیر جیسی نظر آتی تو اس سے فرماتے کہ تم جھوٹ کہتے ہو تم نے توبہ ہی نہیں کی۔

ایک مرتبہ دو شفاعت کرنے والے گواہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کسی کو ان کے عقیدے کے بارے میں معلوم نہ تھا اور نہ ان کا تعلق شیعہ جماعت سے تھا۔ انہوں نے خود غور و فکر کے بعد ایک مذہب اختیار کیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کی

---

[1] فتوحات۔ غالبًا اس سے مراد، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۳۸ھ کی تصنیف ''فتوحات المکیہ'' سے ہے۔ ۱۹۲۷ء میں اس کے کچھ حصوں کا ترجمہ مولوی محمد فضل نے کیا تھا، یہ موضع بنگیال تحصیل گوجر خاں کے باشندے تھے اور وہیں سے فتوحات کے پارے شائع کرتے رہے۔

[2] رجبیون۔ غالبًا اس سے مراد اولیا اللہ کا وہ طبقہ ہے جنہیں ابدال کہتے ہیں۔ ان کی تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں'' کشف المحجوب'' (فارسی) مرتبہ احمد ربانی لاہور ۱۹۶۸ء ص ۲۲۹ اور ''رسالہ ابدالیہ'' مصنفہ مولانا یعقوب چرخیؒ مرتبہ ڈاکٹر محمد نذیر رانجھا اسلام آباد ۱۹۷۸ء، ص ۱۲ اور ۱۳۔

نسبت ان کا اعتقاد درست نہ تھا اور حضرت علیؓ کی شان میں بہت غلو رکھتے تھے جب یہ دونوں گواہ ان کے روبرو آئے تو ان بزرگ نے فرمایا، ان دونوں کو باہر لے جاؤ۔ انہوں نے سبب دریافت کیا تو بزرگ نے فرمایا کہ میں تم کو خنزیر کی صورت میں دیکھ رہا ہوں اور یہ ہمارے اور تمہارے نیز اللہ تعالیٰ کے درمیان علامت ہے کہ وہ رافضی کو مجھے خنزیر کی صورت میں دکھا دیتا ہے۔ اُن دونوں نے اپنے باطن میں اپنے (باطل) مذہب سے توبہ کی تو اسی وقت اُن بزرگ نے فرمایا کہ تم نے ابھی ابھی توبہ کی ہے کیونکہ میں تمہیں اب بصورتِ انسان دیکھ رہا ہوں۔ دونوں گواہوں کو سخت حیرت ہوئی اور دونوں نے قطعی طور پر اپنے باطل مذہب سے توبہ کر لی۔

تذکرہ چہارم۔ حضرت امیر المومنین عثمان بن عفانؓ کے مناقب کا بیان

آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور لقب ذوالنورین تھا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے عقد میں آئیں۔ اوّل حضرت رقیہؓ اور دوسری حضرت اُم کلثومؓ، حضرت رقیہؓ[1] کی وفات کے بعد رسول ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے تیسری بیٹی ہوتی تو اسے (حضرت) عثمانؓ کے نکاح میں دیتا۔ روایتوں میں آیا ہے کہ (سوائے حضرت عثمانؓ کے) یہ نعمت کسی کو حاصل نہیں ہوئی کہ رسول ﷺ کی دو صاحبزادیاں اس کے نکاح میں آئی ہوں۔ یہ فضل و بزرگی انہی کا حصہ ہے۔

آپ کے مناقب میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ اصحاب میں سے ایک شخص آپ کے گھر کی طرف آ رہے تھے۔ انہوں نے راستے میں ایک نامحرم عورت کو بنظر شہوت دیکھا۔☆ جب وہ حضرت عثمانؓ کے مکان پر آئے تو آپ نے فرمایا، معلوم نہیں کیا معاملہ ہے آپ لوگوں میں سے ایک شخص میرے مکان پر آتا ہے اور اس کی آنکھوں سے زنا کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ اس شخص نے پوچھا، اے خلیفہ رسول! کیا رسول خدا ﷺ کے بعد وحی آتی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ وحی نہیں ہے بلکہ نورِ فراست ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے اس رات جس کی صبح شہید ہوئے، رسول ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں۔ اے عثمان! تم ہمارے پاس افطار کرو گے۔ دوسرے دن حضرت عثمانؓ نے کسی شخص کو اپنے پاس نہ رکھا کہ وہ آپ کی حفاظت کی خاطر مخالفین سے مقابلہ کرے اور شہادت پائی۔

---

[1] (حضرت رقیہؓ کا اسم گرامی سہو کتابت کے باعث تحریر ہوا ہے۔ یہاں حضرت امِ کلثومؓ کا اسم گرامی تحریر ہونا چاہیے تھا۔ لطائف اشرفی کے مطبوعہ نسخے کے صفحات ۳۱۲ اور ۳۱۳ کے مندرجات کے مطابق غزوہ بدر (رمضان ۲ھ) کی فتح کے دن حضرت رقیہؓ کی وفات ہوئی (ص ۳۱۲، سطر ۲۰) حضرت ام کلثومؓ کی وفات شعبان ۹ھ میں ہوئی (ص ۳۱۳ سطر ۲۲) اس سانحے پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر میرے اور بیٹی ہوتی تو میں اسے (حضرت) عثمان کے نکاح میں دیتا (ص ۳۱۳، سطر ۲۲ اور ۲۳)۔ یہاں سہو کتابت نے صورتِ حال مختلف کر دی ہے۔

☆ اصل ترجمے میں ''نامحرم عورت سے نکاح کیا'' کے الفاظ ہیں جو ظاہر ہے زنا یا گناہ نہیں ہے۔ جبکہ یہی کرامت حجۃ اللہ علی العالمین از علامہ یوسف نبہانی ج ۳، ص ۸۶۲، طبقات از علامہ تاج الدین سبکی اور ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء مقصد ۲ ص ۲۲۷ پر ''بنظر شہوت دیکھا'' کے الفاظ سے بیان کی گئی ہے۔ (ناصر الدین)

ایک ثقہ راوی کا بیان ہے کہ طواف میں مصروف تھا۔ میں نے ایک نابینا شخص کو دیکھا جو طواف کر رہا تھا۔ وہ دورانِ طواف کہہ رہا تھا۔ اے خدا مجھے بخش دے اگرچہ میرا گمان یہی ہے کہ تو مجھے نہیں بخشے گا۔ میں نے اس سے کہا کیا خوب تم ایسے مقام پر ایسی (فضول) بات کہہ رہے ہو۔ اس نے کہا، اے شخص مجھ سے گناہِ عظیم سرزد ہوا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ ایسا کون سا گناہ ہے۔ اس نے کہا، جس روز حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کیا گیا تھا میں نے اپنے ایک ساتھی سے قسم کھائی تھی کہ اگر عثمانؓ شہید ہوگئے تو میں ان کے کھلے ہوئے چہرے پر طمانچہ ماروں گا۔ جب انہیں شہید کر دیا گیا تو ہم ان کے مکان میں داخل ہوئے۔ ان کی بیوی ان کے سرہانے کے ایک طرف تھی۔ دشمنی رکھنے والے نے ان کی بیوی سے کہا کہ شہید کا چہرہ برہنہ کرو۔ ان کی بیوی نے کہا کہ چہرہ کھلوانے سے تمہارا مقصد کیا ہے۔ میں نے کہا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ ان کے منہ پر طمانچہ ماروں گا۔ ان کی بیوی نے کہا، تمہیں ان کی صحابیت کے حق کا کچھ پاس و لحاظ ہے یا نہیں۔ خاص طور پر یہ حقیقت کہ رسول ﷺ نے اپنی دو صاحبزادیاں ان کے نکاح میں دی تھیں۔ اس کے علاوہ بھی مقتول کے دوسرے فضائل ہیں۔ میرے شوہر سے شرم کرو اور واپس چلے جاؤ۔ میں نے ان کی بیوی کی باتوں پر توجہ نہ دی اور شہید کے منہ پر طمانچہ مارا۔ ان کی بیوی نے کہا، خدایا اس کا گناہ بخش دے اور اس کے ہاتھ کو خشک کر دے۔

خدا کی قسم ابھی میں حضرت عثمانؓ کے مکان سے باہر نہ نکلا تھا کہ میرا ہاتھ خشک ہوگیا اور میری آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ (بنابریں) مجھے یہ گمان نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کردے گا۔

جب حضرت عثمان شہید کر دیے گئے تو تین دن تک مسجد نبوی کی چھت پر اہل جنت[1] نوحہ کرتے رہے اور شہید کے درجات سے متعلق اشعار کہتے رہے۔ عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے روز میں نے سنا کہ (کوئی) کہنے والا کہتا تھا:

البشر ابن عفان
بروح و ریحان
(ابن عفان نے بشارت پائی، راحت، آرام اور خوشبو کی)
البشر ابن عفان
برب غیر غضبان
(ابن عفان نے غضب نہ کرنے والے رب سے بشارت پائی)

---

[1] مطبوعہ نسخہ ص ۳۴۰، سطر آخری۔ "چوں عثمان را شہید کردند، سہ روز چناں برسر بام مسجد رسول نوحہ می کردند" اس عبارت میں خط کشیدہ لفظ "چناں" سہوِ کتابت معلوم ہوتا ہے۔ غالباً صحیح لفظ "جناح" مراد اہل جنت ہوگا۔ اس قیاس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے کیونکہ آئندہ عبارتوں میں صریحاً کہا گیا ہے کہ آواز آتی تھی بولنے والے نظر نہ آتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں ص ۳۴۱ سطر ۳۔

البشر ابن عفان
لغفران و رضوان
(ابن عفان نے مغفرت اور رضوان کے ساتھ بشارت پائی)

پھر کہنے والے کو غور سے دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا۔ شہید کرنے کے بعد آپ کی نعش کو تین دن تک دفن نہیں کیا، اچانک غیب سے آواز آئی، اِدْفُنُوهُ وَلَا تُصَلُّوهُ عَلَيْهِ فَإِنَّ مَلَائِكَةَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ قَدْ صَلّٰى عَلَيْهِ (یعنی اسے دفن کرو اور اس پر نماز نہ پڑھو سو بے شک اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس پر نماز پڑھنے آئے ہیں)۔ جب آپ کا جنازہ دفن کرنے کے لیے بقیع کی طرف لے جا رہے تھے تو لوگوں کے عقب میں ایک سوار نمودار ہوا، لوگ خوف زدہ ہو گئے۔ جب سوار نزدیک آیا تو لوگوں نے جنازہ اس کے سپرد کیا اور خود اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ کسی نے آواز دی مطمئن رہو اور خوف نہ کرو۔ ہم اس لیے آئے ہیں کہ تمہارے ساتھ دفنانے میں شریک ہوں۔ بعضے موجود حضرات کہتے تھے کہ خدا کی قسم وہ فرشتے تھے۔

ایّامِ حج میں کسی دن جب قافلہ مدینے پہنچا تو اسی شخص نے بطور حقارت وہ راستہ اختیار کیا جو امیر المومنین عثمانؓ کے مشہد سے دور تھا۔ تمام قافلے خیریت سے گئے اور خیریت کے ساتھ واپس ہوئے (لیکن اس شخص کے) قافلے میں ایک درندہ گھس آیا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے چنانچہ قافلے والے جان گئے کہ یہ (عذاب) حضرت عثمانؓ کی بے حرمتی کی وجہ سے تھا۔

خلفائے ثلاثہؓ کے خوارق کے سلسلے میں تھوڑا سا ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کے سامنے حضرت عثمانؓ کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں عثمانؓ کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہ کہوں گا۔ چنانچہ ایک روز رسول ﷺ حجرۂ مبارک سے نکل کر چلے۔ میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلا، یہاں تک کہ آپ ﷺ ایک موضع میں پہنچے اور وہاں تشریف فرما ہوئے۔ میں آپ ﷺ کے سامنے آیا، سلام عرض کیا اور بیٹھ گیا۔ دریافت فرمایا تم کس لیے آئے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ اچانک حضرت ابوبکرؓ بھی آ گئے اور رسول ﷺ کے دائیں ہاتھ کی جانب بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے اُن سے دریافت فرمایا کہ تم کس لیے آئے۔ ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں اس کے بعد عمرؓ حاضر ہوئے اور وہ ابوبکرؓ کے دائیں ہاتھ کی طرف بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ سے بھی وہی سوال کیا ان کا جواب بھی وہی تھا (جو ہم نے عرض کیا تھا)۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ آئے اور دائیں جانب بیٹھ گئے۔ رسول ﷺ نے سات سات یا نو نو دانے کنکریوں کے اٹھا کر دستِ مبارک میں لیے سنگ ریزوں نے تسبیح پڑھنا شروع کر دیا۔ میں نے ان کی آواز سنی تو شہد کی مکھیوں کی آواز کی مانند تھی۔ پھر آپ ﷺ نے سنگ ریزے زمین پر رکھ دیے تو وہ خاموش ہو گئے۔ پھر رسول ﷺ نے انہیں اٹھا کر ابوبکرؓ کو دیا۔ سنگ ریزے تسبیح کرنے لگے جب انہوں نے زمین پر رکھ دیے تو خاموش ہو گئے۔ اسی طرح عمرؓ کے ہاتھ پر رکھے تو تسبیح شروع کر دی جب زمین پر ڈال دیے تو خاموش ہو گئے۔ پھر انہیں

عثمانؓ کے ہاتھ پر رکھے تو سنگ ریزے تسبیح کرنے لگے اسی طرح جب انہیں زمین پر رکھ دیا تو خاموش ہوگئے۔

حضرت عثمانؓ کا زمانۂ خلافت بارہ سال تھا اور ان کی عمر شریف بیاسی سال تھی۔ وفات ۱۸ ذی الحجہ ۳۴ھ کو ہوئی۔ قبر مبارک بقیع کے قبرستان میں ہے۔

تذکرہ پنجم۔ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰؓ کے مناقب

امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ بارہ اماموں میں پہلے امام ہیں ان کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب تھی اور انہیں ابوتراب نام زیادہ پسند تھا۔ جب کوئی شخص انہیں اس نام سے بلاتا تو خوش ہوتے تھے۔

ایک روز رسول علیہ السلام حضرت فاطمہؓ کے گھر میں تشریف لائے۔ وہاں علیؓ کو نہ دیکھا تو دریافت کیا کہ میرا ابن عم کہاں ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا کہ میرے اور اُن کے درمیان رنجش کی کوئی بات ہوگئی ہے اور وہ غصّے میں باہر چلے گئے ہیں۔ میرے پاس قیلولہ بھی نہیں کیا۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا انہیں دیکھو کہ کہاں ہیں۔ ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے، دیکھا کہ حضرت علیؓ سو رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کندھے سے چادر ہٹائی تو دیکھا کہ ان کے کندھے مٹی میں اٹے ہوئے ہیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے اُن کے کندھے کی مٹی صاف کی اور فرمایا، قم یا اباتراب (اے ابوتراب اٹھو)۔

حضرت علیؓ کے شمائل و فضائل اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ انہیں تقریر یا تحریر میں بیان کیا جاسکے۔ امام احمد حنبل نے فرمایا ہے کہ ہم تک صحابہ کرامؓ میں سے کسی کے اس قدر فضائل نہیں پہنچے، جس قدر حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؓ کے پہنچے ہیں۔ جنید قدس سرہ کا قول ہے کہ امیر المومنین علیؓ نے کافروں سے جو جنگیں لڑی ہیں اور جن کا ذکر ہم تک پہنچا ہے اس کے بجائے علم حقائق اور تصوف سے متعلق ان کے ارشادات نقل کیے جاتے تو کسی دل کو ان کے برداشت کرنے کی تاب نہ ہوتی۔ شرح تعرف[1] میں بیان کیا گیا ہے کہ علی ابن ابی طالبؓ عارفوں کے پیشوا ہیں اور انہوں نے ایسے معارف بیان کیے ہیں کہ نہ اُن سے پہلے کسی نے ظاہر کیے اور نہ ان کے بعد کسی نے ان کی مثل بیان کیے۔ ایک دن (خاص کیفیت میں) منبر پر چڑھے اور فرمایا:

''مجھ سے عرش سے ورے کی باتیں دریافت کرو۔ پس بے شک میں انہیں خوب جانتا ہوں اس برکت کے سبب سے کہ

---

[1] تعرف۔ کتاب کا پورا نام ''التعرف لمذہب التصوف'' ہے۔ اس کے مصنف ابوبکر محمد بن ابراہیم بخاری الکلابادی ہیں، جن کی وفات ۳۸۰ھ (یا ۳۹۰ھ) میں ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیں ''تاریخ تصوف در اسلام'' جلد دوم مصنفہ ڈاکٹر قاسم غنی۔ تہران چاپ دوم ۱۳۴۰ش۔ صفحہ ۵۳۸۔ اس کا اُردو ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن نے کیا ہے اور لاہور سے ۱۹۷۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن میرے منہ میں ڈالا تھا۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، اگر میں توریت اور انجیل کو کلام کرنے کا حکم دوں تو مجھے بھروسہ ہے کہ ان دونوں کتابوں میں جو کچھ ہے اس سے باخبر ہوجاؤں بشرطیکہ میں اس کا ارادہ کروں۔''

اس مجلس میں ایک شخص تھا جسے دعلب یمانی کہتے تھے۔ اس نے کہا کہ ان صاحب نے بہت بڑا دعویٰ کیا ہے، میں انہیں نصیحت کرتا ہوں، چنانچہ وہ کھڑا ہوا اور کہا کہ میرا آپ سے ایک سوال ہے۔ حضرت امیر نے فرمایا، تم پر افسوس ہے کہ تم علم اور دانائی کے حصول کے لیے نہیں بلکہ شخص کے علم اور ذہانت کو آزمانے کے لیے سوال کرتے ہو۔ دعلب نے کہا آپ یہی سمجھیں پھر دریافت کیا:

''آپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا، میں اپنے رب کی عبادت نہیں کرتا جب تک اسے دیکھ نہ لوں۔ دعلب نے کہا آپ اسے کس طرح دیکھتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا، دیکھنے والے اپنے رب کو ظاہری نگاہ سے نہیں دیکھتے بلکہ دل کی آنکھوں سے اس یقین کے ساتھ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ لاشریک اور یکتا ہے۔ اس کا کوئی بنانے والا نہیں ہے۔ وہ بے مثل ہے۔ کسی مکان نے اس کا احاطہ نہیں کیا ہے۔ زمانہ اسے گردش نہیں دیتا۔ وہ لوگوں کے حواس اور عقل سے ماورا ہے۔''

دعلب نے جب یہ باتیں سنیں تو بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ جب اپنے آپ میں آیا تو کہا کہ خدائے تعالیٰ کے قسم میں عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کسی کے علم و ذہانت آزمانے کے لیے سوال نہ کروں گا۔ امیر المومنین نے فرمایا جہاں تک ممکن ہو کسی سے سوال نہ کرو۔

امام مستغفریؒ نے اپنی تصنیف ''دلائل النبوۃ'' میں بیان کیا ہے کہ امیر المومنین عمرؓ کے عہدِ خلافت میں بادشاہِ روم نے چند مشکل سوالات، جن کی تفصیل کتاب مذکور میں دی گئی ہیں، لکھ کر امیر المومنین عمرؓ کو بھیجے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں پڑھا اور امیر المومنین علیؓ کے پاس لے کر آئے۔ امیر المومنین علیؓ نے انہیں پڑھا اور دوات وقلم طلب کیے اور ان کا جواب تحریر کر دیا۔ کاغذ لپیٹ کر قیصرِ روم کے قاصد کو دیا۔ قیصر نے سوالوں کے جواب پڑھ کر دریافت کیا کہ ان کا لکھنے والا کون ہے- امیر المومنین عمرؓ نے اطلاع دی کہ جواب لکھنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی، داماد اور رفیق ہیں۔

حضرت علیؓ کی ولادت عام الفیل کے سات سال بعد مکے میں ہوئی تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کی ولادت خانہ کعبہ کے اندر ہوئی تھی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت پندرہ سال کے تھے۔ بعض لوگ تیرہ سال، دس سال، نو سال اور سات سال بتاتے ہیں لیکن پہلی روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔

ابن جوزی نے اپنی کتاب ''صفوۃ الصفوۃ'' میں بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ کی عمر کے بارے میں چار قول ہیں۔ ۶۳ سال، ۶۵ سال، ۵۵ سال اور ۵۸ سال۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بیان کرتے ہیں کہ ایک روز لوگ ان کے گرد جمع ہوگئے اور انہیں گھیرلیا یہاں تک کہ ان کا پائے مبارک خون آلودہ کردیا۔ انہوں نے مناجات کی کہ الٰہی میں اس قوم کو ناپسند کرتا ہوں اور یہ مجھے ناپسند کرتی ہے۔ مجھے ان سے انہیں مجھ سے نجات عطا فرما۔ اسی رات کی صبح کو لوگوں نے انہیں زخمی کردیا۔ ان کی بہت سی کرامات ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عجیب وغریب اعجاز ظاہر ہونے کا ذکر

ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب حضرت علیؓ گھوڑے پر سوار ہوتے وقت اپنا پاؤں رکاب میں رکھتے تو قرآن کی تلاوت شروع کردیتے تھے۔ دوسرا پاؤں رکاب تک پہنچتا تو پورا قرآن ختم کردیتے۔ ایک دوسری روایت ہے کہ دوسرا پاؤں رکاب تک پہنچنے سے قبل قرآن ختم کردیتے۔

حضرت اسما بنت عمیسؓ نے حضرت فاطمہؓ سے روایت کی ہے کہ جس رات علی ابن ابی طالب نے مجھ سے زفاف کیا، میں ان سے خوف زدہ ہوئی اس لیے کہ میں نے زمین کو ان سے باتیں کرتے ہوئے سنا۔ صبح ہوئی تو میں نے رسول ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ رسول ﷺ سجدے میں گر پڑے بعدہ سر اٹھایا اور فرمایا، اے فاطمہ! تمہیں نسل کی پاکیزگی کی بشارت ہو۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے شوہر کو تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے۔ پھر زمین کو حکم دیا کہ علیؓ کو اپنی خبریں سنائے اور روئے زمین پر مشرق سے مغرب تک جو کچھ ہونے والا ہے انہیں بتائے۔

منقول ہے کہ جب حضرت امیر المومنین علیؓ کوفے میں آئے تو لوگ ان کے گرد جمع ہوگئے۔ انہی میں ایک جوان تھا جو آپ کے طرفداروں میں سے تھا اور آپ کے ساتھ جنگوں میں شریک رہا تھا۔ اچانک اس نے ایک عورت سے نکاح کرلیا۔ ایک روز جبکہ حضرت امیر نماز فجر ادا کرچکے تھے، آپ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ تم فلاں موضع میں جاؤ، وہاں ایک مسجد ہے اس مسجد کے پہلو میں ایک مکان ہے۔ اس مکان میں ایک مرد اور عورت باہم جھگڑ رہے ہیں انہیں میرے پاس لے کر آؤ وہ شخص حسب الحکم روانہ ہوا اور دونوں کو لے آیا۔ آپ نے ان کی طرف رُخ کرکے فرمایا کہ آج کی رات تمہارے جھگڑے نے بہت طول پکڑا۔ اس جوان نے عرض کیا، یا امیر المومنین، میں نے اس عورت سے نکاح کیا۔ جب میں اس کے پاس آیا تو اس سے مجھے صدمہ پہنچا۔ اگر مجھ سے ممکن ہوتا تو میں اسی لمحے اس عورت کو خود سے دور کردیتا۔ اس نے مجھ سے لڑنا جھگڑنا شروع کردیا حتیٰ کہ آپ کا فرمان ہم تک پہنچا۔ (اس جوان کے بیان کے) بعد امیر المومنین حاضرین مجلس کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ مخاطب شخص یہ نہیں چاہتا کہ دوسرا کوئی اس کی بات سنے۔ اہل مجلس وہاں سے رخصت ہوئے اور صرف وہ جوان اور عورت موجود رہے۔ آپ نے اس عورت کی طرف رُخ کرکے فرمایا، تم اس جوان کو پہچانتی ہو؟ عورت نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا اب میں تم سے وہ باتیں کہتا ہوں جو تم جانتی ہو۔ تمہیں چاہیے کہ انکار نہ کرو۔ عورت نے کہا میں انکار نہ کروں گی۔

آپ نے فرمایا کیا تم فلانہ بنتِ فلاں نہیں ہو؟ عورت نے اقرار کیا کہ ہوں
فرمایا تمہاری پھوپھی کے ایک بیٹا تھا اور تم دونوں ایک دوسرے کو دوست رکھتے تھے۔عورت نے جواب دیا جی ہاں ایسا ہی تھا۔
فرمایا تمہارا باپ تمہیں اس کی بیوی بنانا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے لڑکے کو گھر سے نکال دیا۔عورت نے کہا یہ بات درست ہے۔
فرمایا، ایک رات تم قضائے حاجت کے لیے باہر نکلیں۔ اس لڑکے نے تمہیں پکڑلیا، تمہارے ساتھ مجامعت کی اور تم حاملہ ہوگئیں۔ یہ بات تم نے اپنی ماں سے تو کہہ دی لیکن باپ سے پوشیدہ رکھی۔ جب وضع حمل کا وقت ہوا تو رات تھی۔ تمہاری ماں تمہیں گھر سے باہر لے گئی۔ جب بچہ پیدا ہوگیا تو اسے چیتھڑے میں لپیٹ کر مردوں کے قضائے حاجت کی جگہ ڈال دیا۔ اس کے بعد ایک کتا آیا اور نومولود کو سونگھنے لگا۔تم نے ایک پتھر کتے کی طرف پھینکا جو بچے کے سر میں لگا۔تمہاری ماں نے اپنا کمر بند پھاڑ کر بچے کے سر پر پٹی باندھی اور تم اسے وہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ اس کے بعد کیا ہوا اس کا حال تمہیں معلوم نہیں ہے۔
عورت نے اقرار کیا کہ یہ بات میرے اور میری ماں کے سوا کوئی نہیں جانتا، یا امیر المومنین
اس کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب صبح ہوئی تو فلاں قافلے کے لوگ اس بچے کو اٹھا کر لے گئے۔ پالا پوسا اور بڑا کیا۔ پھر ان کے ساتھ کوفے آیا اور تم سے نکاح کیا۔ اس کے بعد جوان سے کہا تم اپنا سر ننگا کرو۔ سر پر چوٹ کے نشان نمایاں تھے۔
اس کے بعد فرمایا اے عورت یہ دراصل تمہارا بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں فعل حرام سے محفوظ رکھا۔

حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عجیب کرامت

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب رسول علیہ السلام حدیبیہ کے روز مکے کی جانب متوجہ ہوئے تو مسلمان سخت پیاسے تھے اور کسی جگہ پانی دستیاب نہ تھا۔ رسول علیہ السلام دربان گاہ میں تشریف لائے اور فرمایا مسلمانوں کی جماعت میں سے وہ کون سا شخص ہے جو فلاں کنویں پر جائے اور پانی سے مشکیں بھر کر لائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بہشت میں جانے کے ضامن ہیں۔ ایک شخص نے اٹھ کر عرض کیا اے اللہ کے رسول میں جاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پانی بھرنے والی ایک جماعت کے ساتھ روانہ کیا۔
سلمہ بن الاکوع فرماتے ہیں کہ میں ان میں شامل تھا۔ جب میں کنوئیں کے قریب اس جگہ پہنچا، جہاں بہت سے درخت تھے تو میں نے وہاں آوازیں سنیں اور بہت سی حرکتیں نیز بے ایندھن کے آگ بھڑکی ہوئی دیکھی تو مجھ پر خوف طاری

ہوگیا اور مجھ سے یہ تک نہ ہوسکا کہ ان درختوں سے گزر جاؤں[1] ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جماعت جنوں میں سے تھی، جس نے تمہیں ڈرایا۔ اگر تم اسی طرح جاتے جیسے ہم نے ہدایت کی تھی تو تمہیں کوئی گزند نہ پہنچتا، رات آ پہنچی اور اصحاب پر پیاس غالب ہوگئی تو رسول علیہ السلام نے علی رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا کہ تم پانی بھرنے والی اس جماعت کے ساتھ جاؤ اور کنویں سے پانی حاصل کر کے لاؤ۔

سلمہ بن الاکوع فرماتے ہیں کہ ہم باہر نکلے۔ مشکیں ہمارے کندھوں پر اور تلواریں ہمارے ہاتھ میں تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے آگے چل رہے تھے اور یہ دعا خود سے کہہ رہے تھے:

اَعُوذُبِالرَّحمٰنِ اِنَّ اَمیلاً عَنْ عَرَفٍ جِنِّ اَظهَرَتْ تهویلا وَاُقْدَت شَرًا بِهَا تعویلاً وَفَرَغتُ مَعَ عَرَ فَهَا الطُّیُولاً

(میں رحمٰن سے شیطان اور جن کے شر سے پناہ لیتا ہوں اور جن کے مکر و فتنے سے پناہ لیتا ہوں اور خدا سے مخلوقاتِ جن وانس سے پناہ لیتا ہوں)۔[2]

ہم اس مقام پر پہنچے جہاں آوازیں اور حرکتیں ظاہر ہوئی تھیں اور ہم پر خوف طاری ہوگیا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ علیؓ بھی اُن دو شخصوں کی طرح واپس ہوں گے۔ حضرت علیؓ نے ہماری طرف رُخ کر کے فرمایا کہ میرے قدم پر قدم رکھتے ہوئے چلو اور جو کچھ تمہیں نظر آئے اس سے خوف زدہ نہ ہونا، تمہارا کچھ نہ بگڑے گا۔ جب ہم درختوں کے درمیان پہنچے تو ہم نے بغیر لکڑیوں کے آگ جلتی دیکھی اور بغیر جسم کے کٹے ہوئے سر دیکھے اور ہولناک آوازیں بھی آنی شروع ہوگئیں، جس سے ہمارے ہوش جاتے رہے۔ امیر المومنین علیؓ ان سروں سے گزر گئے اور فرمایا کہ میرے پیچھے چلتے رہو اور دائیں بائیں نہ دیکھو کوئی پریشانی نہ ہوگی۔ ہم اُن کے پیچھے چلتے رہے یہاں تک کہ کنویں پر پہنچ گئے۔ اس کے لیے میرے پاس ایک ڈول تھا۔ مالک نے ایک یا دو ڈول پانی کھینچا کہ رسّی ٹوٹ گئی اور ڈول کنویں میں گر پڑا۔ کنویں کی تہہ سے آواز اور قہقہہ سنائی دیا۔ امیر المومنین علیؓ نے فرمایا کوئی ہے جو ہمارے لشکر میں جائے اور وہاں سے ڈول لے کر آئے۔ اصحاب نے کہا کہ کسی شخص میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ درختوں سے گزر کر جائے۔ امیر المومنین علیؓ نے چادر کمر پر لپیٹی اور کنویں میں اترے۔ ہنسی اور قہقہے کی آواز زیادہ بلند ہوئی۔ جب آپ کنویں کے درمیان پہنچے تو آپ کا پیر پھسل گیا اور آپ گر پڑے۔ کنویں سے بہت زیادہ شور وغل سنائی دیا اور ایسی آواز بھی سنائی دی جیسے پھانسی کے وقت سننے میں آتی ہے۔ ناگاہ امیرؓ نے صدا بلند کی، اللہ اکبر! اللہ اکبر! میں اللہ کا بندہ ہوں اور رسول اللہ ﷺ کا بھائی ہوں۔ (پھر حکم دیا) مشکیں نیچے پھینکو۔ تمام مشکیں بھر کر ان کے سرے باندھے اور ایک ایک کر کے اُوپر لے آئے۔

بعد ازاں آپ نے دو مشکیں اٹھائیں اور سب نے ایک ایک مشک اٹھائی۔ جب ہم اُن درختوں کے قریب پہنچے جہاں

---

[1] یہاں تک سلمہ بن الاکوع کا بیان واحد متکلم کے صیغے میں تھا، اس کے بعد کا بیان بصیغہ جمع متکلّم ہے۔ص ۳۴۴۔

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ نسخے کے فارسی ترجمے سے کیا گیا ہے۔

ہم نے بہت کچھ دیکھا اور سُنا تو بات واقع نہ ہوئی البتہ ہم نے ایک سہمی ہوئی آواز ضرور سنی۔ ایک غیبی آواز نے نعتِ رسول اور منقبتِ علی پڑھنی شروع کی۔ حضرت علیؓ ہمارے آگے تھے اور دعا پڑھتے جاتے تھے۔ ہم رسول ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت علیؓ نے تمام واقعہ خدمت میں عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ہاتفِ غیبی عبداللہ تھے اور وہ جن تھا جس نے زرد بتوں کے شیطان کو کوہِ صفا پر مارا تھا۔

رسالہ اشرف الفوائد کے نصف حصے میں صحابہؓ اور تابعینؒ کے مناقب تحریر کیے گئے ہیں۔ ہم نے اس رسالے کے متعلق دریافت کیا تو قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا:

''جو شخص اہل سنت و جماعت کے طریق پر خلفائے راشدین کی منقبت کرتا ہے تو اس کے ہر حرف کا ثواب ایک غلام آزاد کرنے اور حروف کی تعداد کے مطابق حج ادا کرنے کے برابر ہے، نیز سوائے ان کے مناقب کے ذکر اور مراتب کی تکرار کے کوئی اور صورت نہیں ہے جس سے اہل تعصب وحسد کے پیدا کردہ شبہات دور ہوں۔''

(حضرت علیؓ نے) اپنے خطبوں میں سے ایک خطبے میں بغداد میں رونما ہونے والے واقعے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، میں دیکھ رہا ہوں کہ (دشمن) بنی عباس میں ایک کو اس طرح قتل کریں گے جیسے اونٹوں کو قربانی کے لیے ذبح کیا جاتا ہے اور اس میں اتنی بھی جان نہ ہوگی کہ از خود اس شر کو دفع کر سکے۔ افسوس وہ اس قوم کے درمیان کس قدر ذلیل ہوگا۔ (اس ذلت کا) سبب صرف یہ ہے کہ آج اللہ تعالیٰ کے احکام کو چھوڑ دیا ہے اور ساری توجہ دنیا کی طرف ہوگئی ہے۔ اس کے بعد اسی خطبے میں فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو اُن کے نام، اُن کی کنیت، ان کے حیلے اور ان کے قتل کیے جانے کے مقامات بتا سکتا ہوں۔

آپ نے ایک روز عبدالرحمٰن ملجم کو، جس نے آپ کو شہید کیا تھا، کوفے کی مسجد میں دیکھا۔ آپ اپنے نفس سے مخاطب ہوئے اور فرمایا، بیت:

اشد وصیا ویملک للموت
فان الموت لاقیک

(اے موت کے وصی تو بہت سخت ہے اور تو موت کا مالک ہے، حالانکہ موت تو تجھ سے بھی ملاقات کرے گی)

وتجزع من الموت
اوجل بوا دیک

(تو موت سے لڑ جھگڑ رہا ہے حالانکہ وہ تیری وادی میں پہنچ چکی ہے)

اس کے بعد آپ نے اسے طلب کیا اور دریافت کیا، اے ابن ملجم! ایام جاہلیت میں یا طفولیت کے زمانے میں تیرا کوئی لقب تھا۔ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ پھر دریافت کیا، کوئی یہودی عورت تیری دایہ تھی جو تجھے اے شقی اور اے ناقۂ صالح کے عاقر (کونچیں کاٹنے والے) کہتی تھی۔ اس نے کہا جی ہاں وہ یہی کہتی تھی۔ حضرت امیرؓ اس کے بعد خاموش ہوگئے۔

امیر مرداںؓ نے فرمایا کہ میں نے گزشتہ شب حضرت رسول علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے امت کی طرف بہت جھگڑے اور دشمنی ملی ہے۔ فرمایا ان کے حق میں دعا کرو۔ میں نے کہا الٰہی مجھے ان لوگوں سے بہتر بدلہ دے اور ان پر مجھ سے برتر شخص مقرر فرما۔ اُن ہی ایام میں آپ شہید ہوئے۔

جب حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے وفات پائی تو میں[۱] نے سنا کہ ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ تم لوگ باہر چلے جاؤ اور اس اللہ کے بندے کو (یہیں) چھوڑو۔ میں باہر آ گیا۔ گھر کے اندر سے آواز آئی محمد علیہ السلام نے وفات پائی اور علی شہید ہوگئے۔ اب امت کی نگہبانی کون کر سکے گا۔ (کسی) دوسرے نے کہا، وہ شخص جو ان کی سیرت اختیار کرے گا اور ان کی پیروی کرے گا۔ جب آواز خاموش ہوگئی تو ہم اندر گئے۔ ہم نے آپ کو غسل دیا ہوا اور کفن پہنا ہوا پایا۔ ہم نے آپ کی نماز جنازہ ادا کی اور دفن کر دیا۔

امیر المومنینؓ نے حسنؓ اور حسینؓ کو وصیت کی تھی کہ جب میں وفات پا جاؤں تو مجھے ایک تخت پر رکھیں، باہر لے جائیں اور ایک پاکیزہ اور کشادہ جگہ پہنچائیں۔ وہاں تم ایک سفید پتھر پاؤ گے کہ اس سے نور چمک رہا ہوگا اس پتھر کو کھودنا۔ تم وہاں کشادگی پاؤ گے بس وہیں مجھے دفن کر دینا۔

آپ کی قبر کی جگہ کو زمین کے برابر کر کے پوشیدہ کر دیا گیا تھا۔ ایک روز ہارون الرشید شکار کے پیچھے دوڑتا ہوا، اُس پاکیزہ اور کشادہ جگہ پر پہنچا۔ ہرنوں نے اس جگہ پناہ لے رکھی تھی۔ ہر چند اس نے چرخ اور شکاری باز ان کے پیچھے لگائے اور کتّوں کو بھی ان کے سر پر چھوڑا، وہ از خود واپس ہوگئے اور ہرنوں پر حملہ نہیں کیا۔ ہارون الرشید نے اس جگہ رہنے والے چند بوڑھوں سے دریافت کیا کہ یہ کیا بھید ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے بزرگوں سے یہ بات ہم تک پہنچی ہے کہ یہاں امیر المومنین علیؓ کی قبر ہے۔ ہارون الرشید نے ان کے انکشاف کو تسلیم کرلیا اور جب تک زندہ رہا ہر سال آپ کی زیارت کے لیے آتا رہا۔

فراس بن عمر کے بارے میں روایت ہے کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارکہ میں دردِ سر کے عارضے میں مبتلا ہوا۔ رسول علیہ السلام نے اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کی کھال پکڑی اور اس کی انگلیوں سے ایک بال جو خار پشت (قبر کے چوہے) کے بال کے مانند تھا وہاں رکھ دیا۔ جس روز خوارج نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا یہ فراس بن عمر بھی ان میں شامل ہوگیا۔ وہ بال اس کی پیشانی سے جھڑ گیا جس کی وجہ سے اسے بے حد بے چینی ہوئی۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ تمہارے اندر یہ اضطراب اس وجہ سے پیدا ہوا ہے کہ تم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا۔

---

[۱] مطبوعہ نسخہ ص ۳۴۵ پر فارسی عبارت یہ ہے ''چوں حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ وفات یافت شنیدم کو قائلی می گوید'' اس عبارت سے پہلے یا بعد کسی عبارت میں اس قول کے راوی کا نہ کوئی ذکر ہے اور نہ نام تحریر ہوا ہے۔ قیاس کہتا ہے کہ اس عبارت سے قبل کوئی عبارت ہوگی جو اصل متن میں سہواً شامل نہ ہو سکی اور پوری روایت مبہم ہوگئی۔

اس نے توبہ اور استغفار کی۔(اس کے بعد) وہ بال پھر اس کی پیشانی پر اُگا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے وہ بال جھڑنے سے پہلے، جھڑنے کے بعد اور پھر دوبارہ اُگنے پر دیکھا تھا۔

خوارج پر عذاب کا ذکر

صالحین میں سے ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے ایک رات قیامت کو خواب میں دیکھا۔ تمام مخلوق حشر کے میدان حساب کی جگہ حاضر تھی۔ پھر لوگ پل صراط پر پہنچے۔ میں پل سے گزر گیا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ رسول علیہ السلام حوضِ کوثر پر تشریف فرما ہیں۔ حسنؓ اور حسینؓ لوگوں کو پانی عطا کر رہے ہیں۔ میں بھی پانی کے لیے ان کے سامنے پہنچا لیکن انہوں نے مجھے پانی عطا نہیں کیا۔ میں رسول علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ اِن سے فرمائیں کہ مجھے آبِ کوثر عنایت کریں۔ فرمایا کہ وہ تمہیں آبِ کوثر نہیں دیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کا کیا سبب ہے۔ فرمایا، تمہارے پڑوس میں ایک شخص ہے جو علیؓ کو برا بھلا کہتا ہے اور تم اسے منع نہیں کرتے۔ میں نے عرض کیا کہ (میرا ہمسایہ) بڑے مرتبے کا شخص ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ وہ میرے قتل کا ارادہ نہ کرے۔ رسول علیہ السلام نے مجھے ایک چھری عطا فرمائی اور فرمایا جاؤ اسے قتل کردو۔ میں نے خواب ہی میں اس شخص کو مار ڈالا اور عرض کیا کہ میں نے حکم کی تعمیل کر دی ہے آپ ﷺ نے حسنؓ اور حسینؓ کو پانی دینے کے لیے فرمایا۔ میں نے پانی حاصل کیا اور نوش کیا۔ پھر جاگ گیا۔ وضو کرکے نماز ادا کی اور اوراد و وظائف میں مشغول ہوگیا۔ جب میں نے کان لگائے تو اس شخص کے گھر سے رونے اور ماتم کرنے کی آواز آ رہی تھی۔ میں نے تفتیش کی تو لوگوں نے بتایا کہ فلاں شخص بستر پر مقتول پایا گیا۔ پڑوس میں رہنے والے چند لوگوں کو اس کے قتل کے الزام میں پکڑ لیا اور انہیں ایذا دی۔ میں حاکم کے پاس گیا اور بیان دیا کہ میں نے اسے مارا ہے پھر سارا ماجرا ایک ایک کرکے اسے سنایا۔ حاکم نے بھی میرے بیان کی تصدیق کی۔ بعد ازاں ہمسایوں کو قید کی تکلیف سے نجات ملی۔ اس نوعیت کے بہت سے واقعات ہیں، یہاں اختصار سے کام لیا گیا۔

تذکرہ ششم۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کے مناقب

امیر المومنین حسنؓ، بارہ اماموں میں دوسرے امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد تھی۔ آپ کا لقب تقی اور سید تھا۔ آپ کی ولادت ۳ ہجری میں نصف رمضان کو ہوئی۔ ناموسِ اکبر، جوہر اول، روح الامین اور سروش یعنی جبریل علیہ السلام آپ کا نام ہدیۃً لے کر رسول علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حریر کے ایک ٹکڑے پر آپ کا نام لکھ کر پیش کیا۔ آپ لوگوں میں سینے سے سر تک سب سے زیادہ رسول علیہ السلام کے ہم شبیہ تھے۔ امیر المومنین ابوبکرؓ نے امیر المومنین حسنؓ کو کندھے پر بٹھایا اور قسم کھا کر کہا کہ یہ لڑکا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ ہے اور علی رضی اللہ عنہ کی شبیہ نہیں ہے۔ علی رضی اللہ عنہ بھی وہاں

کھڑے تھے (یہ بات سن کر) مسکرائے۔

آپ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے پا پیادہ ۲۵ حج ادا فرمائے حالانکہ پیدل چلنے سے آپ کو تکلیف ہوتی تھی۔

حدیث میں آیا ہے کہ ایک روز رسول علیہ السلام منبر پر تشریف لائے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی حسنؓ کو دیکھتے۔ پھر فرمایا، وہ زمانہ جلد آنے والا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اس سیّد بیٹے کے توسط سے، مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔ یہ حدیث اس واقعے کی طرف اشارہ ہے کہ معاویہؓ اچھی طرح جانتے تھے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ حسنؓ ہی فتنہ و فساد کے دشمن ہیں۔ چنانچہ جب امیر المومنین علیؓ شہید ہوئے تو معاویہؓ نے امیر المومنین حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے مصالحت کی اور عہد کیا کہ اگر انہیں (معاویہؓ کو) کوئی حادثہ پیش آ جائے تو خلیفہ امیر المومنین حسنؓ ہوں گے۔ اس معاہدے کے بعد امیر المومنین حسنؓ نے خطبہ دیا اور فرمایا، لوگو! میں نے فتنہ و فساد کو ہمیشہ مکروہ جانا ہے۔ آج میں نے مصالحت کر لی ہے اور معاملہ معاویہؓ پر چھوڑ دیا ہے کہ اگر خلافت پر اُن کا حق تھا تو وہ انہیں مل گیا ہے اور اگر میرا حق تھا تو میں نے انہیں امتِ رسول کی بھلائی کی خاطر بخش دیا۔ اے معاویہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں والی بنا دیا ہے اس حدیث کے پیشِ نظر جو تم جانتے تھے یا اس بات کے لیے جو تم میں دیکھی گئی ہے۔ وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِيْنٍ[1] اس کے بعد منبر سے اتر آئے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا یَامُسَوِّدُ وُجُوْهُ الْمُسْلِمِیْن (اے مسلمانوں کے چہرے سیاہ کرنے والے)۔ آپ نے معاویہؓ سے بیعت کی اور مال اس کے پاس چھوڑ دیا۔ امیر المومنین حسنؓ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے بنی امیّہ کا ملک رسول علیہ السلام کو دکھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ لوگ یکے بعد دیگرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر چڑھ رہے ہیں۔ یہ منظر رسول علیہ السلام کو دشوار محسوس ہوا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی۔ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ[2] ((اے حبیب) بے شک ہم نے آپ کو خیرِ کثیر عطا فرمائی) یعنی جنت میں۔ اور اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۔خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ط[3] (بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں اتارا اور آپ کیا سمجھے شبِ قدر کیا ہے۔ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔) ہزار مہینوں سے مراد بنی امیہ کی حکومت ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان کی

---

[1] پارہ ۱۷۔ سورہ الانبیا آیت ۱۱۱۔ ترجمہ: اور میں نہیں جانتا کہ (اس ڈھیل میں) شاید تمہاری آزمائش ہو اور ایک وقت معین تک تمہیں فائدہ پہنچانا مقصود ہو۔ مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۴۶ پر یہ آیت پاک اس طرح نقل کی گئی ہے۔ وان ادری لعله فتنة و متاح الیٰ حین۔ اس میں فتنہ کے بعد لکم سہواً لکھنے سے رہ گیا ہے اور دوسرے متاع کا املا غلط ہے۔

[2] پارہ ۳۰۔ سورہ کوثر، آیت ۱۔

[3] پارہ ۳۰۔ سورہ القدر، آیات ۱۔ ۲۔ ۳۔

حکومت کی مدت کا حساب لگایا تو ہزار مہینے ہی نکلی۔ بیان کرتے ہیں کہ جب حسنؓ نے یہ کام معاویہؓ کے سپرد کیا تو معاویہؓ نے کہا، اے ابو محمد! آپ نے اس قدر جواں مردی کا اظہار کیا ہے کہ مردانِ مرد کے نفس ہرگز ایسی جواں مردی نہیں دکھا سکتے۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک رات حسن بن علیؓ رسول علیہ السلام کے پاس تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اب اپنی ماں کے پاس جاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ میں ان کے ساتھ جاتا ہوں۔فرمایا نہیں۔اچانک آسمان پر بجلی چمکی اس کی روشنی میں حسنؓ اپنی والدہ کے پاس گئے۔

بعض مقامات میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت حسنؓ حج کے دنوں میں پیدل مکہ معظّمہ جاتے تھے جس کے سبب آپ کے پائے مبارک پر ورم ہوجاتا تھا۔آپ کے مددگاروں میں سے ایک نے کہا، کاش آپ اتنی ہی دیر کے لیے سوار ہوجاتے کہ پاؤں کا ورم کم ہوجاتا۔آپ نے اس کی تجویز قبول نہ کی۔ اس سے کہا کہ جب تم منزل پر پہنچو گے تو ایک سپاہی تمہیں ملے گا اس کے پاس کسی قدر تیل ہوگا۔ اس سے تیل خرید کر پیالے میں بھر دے۔اس نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں نے کسی منزل میں ایسا شخص نہیں دیکھا جس کے پاس یہ دوا ہو، تو اس منزل میں کہاں ہوگا۔فرمایا تلاش کرنا مل جائے گا جب منزل پر پہنچے تو وہ سپاہی وہاں تھا۔آپ نے مددگار سے کہا کہ میں نے جس سپاہی کے بارے میں کہا تھا وہ موجود ہے جاؤ اور پیسے دے کر اس سے روغن خرید لو۔ جب خادم اس سپاہی کے پاس آیا تو روغن طلب کیا۔ اس نے کہا اے خادم تم یہ تیل کس کے لیے خرید رہے ہو۔ خادم نے جواب دیا کہ حسن بن علیؓ کے لیے خرید رہا ہوں۔اس نے کہا مجھے ان کے پاس لے چل کہ میں ان کا طرف دار ہوں۔ جب وہ سپاہی آپ کی خدمت میں آیا تو عرض کیا کہ میں آپ کا طرف دار ہوں، پیسے نہیں لوں گا۔ البتہ میری بیوی دردزہ میں مبتلا ہے آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ سالم اور تندرست بیٹا عطا فرمائے۔آپ نے فرمایا اپنے ڈیرے پر واپس جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ایسا ہی بیٹا عطا فرمائے گا جیسا تم چاہتے ہو۔ وہ میرے طرف داروں میں ہوگا۔ سپاہی اپنے ڈیرے پر آیا اور اس نے ایسا ہی دیکھا جیسا آپ نے فرمایا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ حضرت حسن کے خوارق اور کرامات اس قدر زیادہ ہیں کہ ان سب کا بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ کو زہر دیا گیا تھا۔ وفات کے وقت امیر المومنین حسینؓ آپ کے سرہانے موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا، اے بھائی آپ کا گمان کس شخص پر ہے کہ اس نے آپ کو زہر دیا ہے۔آپ نے فرمایا تم یہ بات اس لیے دریافت کر رہے ہو کہ اسے قتل کر دو۔ حضرت حسین نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ شخص جس کے بارے میں میرا گمان ہے تو اس پر عذاب کا انتظار کرو اللہ تعالیٰ سخت تر ہے میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ کوئی بے گناہ میری وجہ سے مار دیا جائے۔مشہور ہے کہ آپ کی بیوی نے آپ کو زہر دیا تھا۔آپ کی وفات اوائل ربیع الاوّل ۵۰ ہجری میں ہوئی۔

تذکرہ ہفتم۔ امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ کے مناقب میں

امیر المومنین حسینؓ بارہ اماموں میں تیسرے امام تھے۔ آپ ابوالائمہ ہیں آپ کی کنیت عبداللہ تھی اور لقب شہید اور سیّد تھا۔ آپ کی ولادت مدینے میں سہ شبنے (منگل) کے روز چار شعبان ۴ ہجری میں ہوئی۔ کہتے ہیں کہ آپ کی مدتِ حمل چھ ماہ تھی۔ سوائے آپ کے کسی بچے کی مدتِ حمل چھ ماہ نہیں ہوئی۔ حضرت یحییٰ بن ذکریا علیہما السلام اور امیر المومنین حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت کے درمیان کی مدت نیز فاطمہؓ کے بطن میں امیر المومنین حسینؓ کے علق کی مدت پچاس دن بتائی جاتی ہے۔ جب آپ پیدا ہوئے تو رسول علیہ السلام نے آپ کا نام حسین رکھا۔ آپ کو ایسا جمال حاصل تھا کہ اگر آپ تاریکی میں بیٹھتے تو آپ کی پیشانی اور رخسار کی تابانی سے راستہ نظر آ جاتا۔ آپ سینے سے پیروں تک رسول علیہ السلام کے مشابہ تھے جیسے کہ امیر المومنین حسن رضی اللہ عنہ سینے سے پیشانی تک رسول علیہ السلام سے مشابہت رکھتے تھے۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو حسین سے محبت کرتا ہے۔ حسین نواسوں میں نواسہ ہے۔[1] بیان کرتے ہیں کہ (ایک روز) حسنؓ اور حسینؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کشتی لڑ رہے تھے رسول ﷺ نے حسنؓ سے فرمایا کہ حسینؓ کا نام لو۔ حضرتِ فاطمہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بڑے سے فرما رہے ہیں کہ چھوٹے کا نام لو، رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس وقت جبرئیل کہہ رہے ہیں کہ حسین بزرگ (بڑے) ہیں۔

ام الجسارت سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور میں اس سے خوف زدہ ہوں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم نے کیا خواب دیکھا۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا کہ آپ کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں ڈال دیا گیا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم نے ٹھیک ہی دیکھا ہے۔ فاطمہ کے ایک بیٹا ہوگا جو تمہاری گود میں ہوگا۔ اس کے بعد امیر المومنین حسینؓ پیدا ہوئے۔

روایت ہے کہ ایک روز رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حسینؓ کو اپنی دائیں ران پر بٹھا رکھا تھا اور بائیں ران پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم تھے۔ جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو آپ کے لیے یکجا نہ رکھے گا۔ ایک کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے لیا جائے گا۔ اب آپ اِن میں سے ایک کو اختیار کریں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر حسین فوت ہوگا تو اس کے فراق میں میری، علیؓ اور فاطمہ کی جان جلے گی اور اگر ابراہیم جاتا ہے تو اس کا غم میری جان پر ہوگا۔ میں ان کے غم پر اپنا غم اختیار کرتا ہوں تین دن بعد حضرت ابراہیم کی وفات کا واقعہ وقوع میں

[1] مطبوعہ نسخہ ص ۳۴۸ پہلی سطر ''وحسین سبط است از ابساط'' (حسین نواسوں میں نواسہ ہے) بظاہر اس جملے کا کوئی مفہوم نہیں نکلتا شاید جملے میں کچھ الفاظ اور بھی ہوں جو یہاں کتابت میں نہیں آسکے یا شاید کوئی اور حقیقت ہو۔ واللہ اعلم۔

آیا۔ حضرت حسین جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پیار کرتے اور فرماتے، خوش آمدید (یہ وہ ہے) جس کے لیے میرا بیٹا ابراہیم فدیہ بنا۔

ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے سے باہر گئے اور بہت دیر کے بعد واپس ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بال اُلجھے ہوئے اور گرد میں اَٹے ہوئے تھے اور آپ کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عجیب حال میں دیکھ رہی ہوں۔ فرمایا مجھے عراق کے ایک مقام پر لے جایا گیا جسے کربلا کہتے ہیں۔ یہ حسین کے قتل ہونے کی جگہ ہے۔ مجھے میری اولاد میں سے ایک جماعت کو دکھایا گیا۔ میں نے ان کا خون زمین سے اٹھایا جو میرے ہاتھ میں ہے۔ یہ لو اور اسے حفاظت سے رکھو۔ میں نے آپ ﷺ کے دستِ مبارک سے وہ چیز لے لی۔ وہ سرخ رنگ کی مٹی تھی۔ میں نے اسے شیشے کی بوتل میں ڈال دیا اور اس کا منہ اچھی طرح سے بند کر دیا۔ جب حسین بن علیؓ عراق کے سفر پر چلے گئے تو میں ہر روز وہ شیشی باہر نکالتی، اسے دیکھتی اور روتی تھی جب دسویں محرم ہوئی اور میں نے اسے دیکھا تو وہ اپنی حالت پر برقرار تھی۔ جب دن ڈھلے اسے دیکھا تو وہ مٹی تازہ خون ہوگئی تھی۔ (اس تبدیلی سے) میں نے جان لیا کہ حسینؓ کو قتل کر دیا گیا۔ میں بہت روئی پھر دشمنوں کے طعنوں کے خیال سے اپنی طبیعت سنبھالی۔ جب حضرت حسینؓ کی شہادت کی خبر آئی تو یہ اس دن کے عین مطابق تھی۔

آپ کی شہادت دس محرم ٦١ ہجری میں جمعہ کے دن ہوئی تھی۔ اس وقت آپ کی عمر ستاون سال پانچ ماہ تھی۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جبریلؑ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ (اس اثنا میں) حسین بن علیؓ آ گئے۔ جبریلؑ نے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ رسول علیہ السلام نے فرمایا، یہ میرا بیٹا ہے، پھر انہیں اپنے پہلو میں بٹھالیا۔ جبریل نے عرض کیا کہ عنقریب یہ شہید کر دیئے جائیں گے۔ رسول علیہ السلام نے دریافت کیا کہ انہیں کون لوگ قتل کریں گے۔ جبریل نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کی امت کے لوگ انہیں شہید کریں گے۔ پھر جبریلؑ نے کربلا کی جانب اشارہ کیا اور تھوڑی سی سرخ مٹی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی کہ یہ ان کے مقتل کی مٹی ہے۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ جب ہم کوفے کے سفر پر تھے تو ہم نے کہیں پڑاؤ نہیں کیا بلکہ سفر کرتے رہے۔ امیر المومنین حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کا ذکر نہیں کیا۔ ایک روز فرمایا کہ دنیا کی خواری اور بے اعتباری سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ حضرت یحییٰ بن زکریا (علیہما السلام) کے سر مبارک کو بنی اسرائیل کی ایک نابکار عورت کے پاس بطور ہدیہ بھیجا گیا۔

سعید بن جبیر نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی کہ یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے قتل کے بدلے میں ہم نے ستر ہزار آدمیوں کو ہلاک کیا اور آپ کے فرزندوں کے بدلے میں دو بار اسی ہزار آدمیوں کو ہلاک کروں گا۔ صحیح اسناد سے یہ بات پہنچی ہے کہ امیر المومنین حسینؓ کے قاتلوں میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں بچا

کہ موت سے پہلے اس کی ذلت نہ ہوئی ہو۔ وہ قتل نہ ہوا ہو یا کسی دوسری مصیبت میں گرفتار نہ ہوا ہو۔

ثقات میں سے ایک ثقہ شخص نے بیان کیا ہے کہ جب عبید اللہ بن زیاد اور اس کے اصحاب کے سر کوفے کی مسجد میں لائے گئے اور انہیں ایک گوشے میں رکھا گیا تو میں بھی اس طرف چلا گیا۔ میں نے لوگوں کو کہتے ہوئے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے، آ گیا آ گیا، اچانک ایک سانپ آیا اور سروں کے درمیان چلا گیا، پھر عبید اللہ بن زیاد کی ناک کے سوراخ میں داخل ہوا۔ تھوڑی دیر وہاں رہا پھر باہر نکلا اور کسی طرف جا کر غائب ہوگیا۔ اس کے بعد لوگ کہنے لگے آ گیا گیا۔ وہی سانپ پھر آیا اور اس سے قبل جو کچھ اس نے کیا تھا وہی کیا۔ اس طرح چند بار اس نے اپنے عمل کو دہرایا۔

بیان کرتے ہیں کہ شمر ذی الجوشن کو امیر المومنین حسینؑ کے سامان سے کچھ مقدار سونا ملا تھا۔ اس نے وہ سونا اپنا کسی لڑکی کو دے دیا۔ لڑکی نے اسے ایک سنار کو دیا کہ اس کے لیے زیور بنا دے۔ جب سنار نے سونے کو آگ میں ڈالا تو غبار کی طرح اڑ گیا اور ناپید ہوگیا۔ جب شمر نے یہ بات سنی تو سنار کو بلایا اور بچا ہوا سونا اسے دیا کہ اسے میرے سامنے آگ میں ڈالو۔ جب سنار نے اس کی موجودگی میں میں سونا آگ پر رکھا تو پہلے سونے کی طرح ناپید ہوگیا۔

بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین حسینؑ کے چند اونٹ باقی تھی۔ ان بدبختوں نے انہیں ذبح کر کے پکایا۔ ان کا گوشت اس قدر تلخ ہوگیا کہ کوئی شخص ایک نوالہ بھی نہ کھا سکا۔

ایک ثقہ راوی کا بیان ہے کہ میں نے قبیلہ طے کے ایک شخص سے دریافت کیا کہ مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ تم لوگوں نے جنوں کو نوحہ کرتے ہوئے سنا تھا۔ انہوں نے کہا ہاں جب حسین رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے تو ہم نے جنوں کا نوحہ سنا ہے۔ وہ یہ اشعار پڑھتے تھے اور نوحہ کرتے تھے۔ ابیات[1]

مسح الرسول جبینہ
فلہ بر توفی الحدود

(رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا سو اس نے (یہ ہدیہ بطور حق حاصل کیا)

ابواہ من علی قرشیا
وجدہ خیر الجدود

(اس کے باپ قریش کے بلند رتبہ لوگوں میں سے ہیں اور اس کے نانا سب ناناؤں میں بہترین ہیں)

بیان کرتے ہیں کہ ان بدبختوں میں سے ایک نے مدینے میں خطبہ دیا اور امیر المومنینؑ کے قتل کرنے کی خوشخبری سنائی تو انہوں نے رات کو مدینے میں آواز سنی اور کہنے والے کو نہ دیکھ سکے۔ وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا۔ ابیات

---

[1] ان اشعار کا فارسی ترجمہ متن میں تحریر نہیں کیا گیا ہے۔ مترجم نے اپنے محدود علم کے مطابق ترجمہ کیا ہے، شاید درست ہو۔

ایھاالقاتلون جھلا حسینا
بشروا بالعذاب و التنکیل

(اے قاتلانِ حسین! تم جہل و نادانی کے باعث عذاب و سرزنش سے خوش وقت ہوجاؤ)

کل من فی السماء یدعو علیکم
من نبی و ملائک و قیل

(جو شخص بھی آسمانوں میں ہے تمہیں بد دعا دے رہا ہے۔ نبی اور فرشتے کہہ رہے ہیں)

فلعن علی لسان ابن داؤد
و عیسیٰ صاحب الانجیل

(پس ان پر لعنت کی گئی۔ ابن داؤد کی زبان سے اور صاحب انجیل عیسیٰ کی زبان سے)

ایک شخص نے غزواتِ روم سے روایت کی کہ میں نے انکی کتابوں میں سے ایک کتاب میں یہ لکھا ہوا دیکھا ہے۔ بیت۔

انداحو امت قتلت حسینا
شفاعته جده یوم المعاد

(کیا وہ لوگ امید رکھتے ہیں جنہوں نے حسین کو قتل کیا، کہ ان کے نانا قیامت میں ان کی شفاعت کریں گے)

میں نے راوی سے دریافت کیا کہ یہ (شعر یا رسالہ) کس نے تحریر کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا۔

حضرت زید بن ارقمؓ کی روایت ہے کہ جب ابن زیاد کے فرمان کے مطابق امیر المومنین حسینؓ کے سر کو نیزے پر رکھ کر گلیوں میں گھمایا گیا تو میں اپنے مکان کی کھڑکی میں تھا۔ جب علم میرے برابر آیا تو میں نے آپ کے سر کو کہتے ہوئے سنا، ''اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَھْفِ وَالرَّقِیْمِ کَانُوْ مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا''[1] (ترجمہ: کیا آپ نے سمجھا کہ غار والے اور کتبے والے ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے۔) اس آواز کی ہیبت سے میرے جسم کے بال کھڑے ہوگئے۔ میں نے ندا کی، اے ابن رسول اللہ! یہ آپ کا سر ہے۔ آپ کا معاملہ عجیب تر ہے۔

زبیر[2] نے کہا، مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ کوئی پتھر ایسا نہیں تھا جسے اٹھایا گیا ہو اور اس کے نیچے تازہ خون نہ دیکھا گیا ہو۔ ایک دوسرے شخص سے روایت کرتے ہیں۔ اس نے کہا جب حسین شہید ہوگئے تو آسمان سے خون کی بارش ہوئی اور ہماری

---

[1] پارہ ۱۵۔ سورہ الکہف، آیت ۹۔

[2] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۴۹ پر یہ عبارت ہے ''آوردہ اندکه معمر و زهر چه بود، زبیر گفت چنیں بمن رسیده است که هیچ سنگے رابر نداشتند مگر آں که زیر اوخونِ تازه یافتند۔'' اس عبارت میں ابتدائی جملہ قطعی مبہم ہے۔ اس لیے مترجم نے ''آوردہ اندکہ یعمر و زہر چہ بود'' کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے، شاید یہ کسی دوسری عبارت کا جز ہے۔

ہر چیز خون سے بھر گئی۔ چند روز تک مجھے آسمان خون بستہ نظر آیا۔

تذکرہ ہشتم۔حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے مناقب

علی بن حسینؓ، آپ چوتھے امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابومحمد تھی، کہتے ہیں کہ ابوالحسن اور ابوبکر بھی تھی۔ آپ کا لقب سجاد اور زین العابدین تھا آپ کی ولادت ۳۳ ہجری میں مدینے میں ہوئی۔ ایک دوسری روایت کے مطابق ۳۸ ہجری میں ہوئی۔ آپ کی والدہ شہر بانو بنت یزدجرد، نوشیروانِ عادل کی اولاد سے تھیں۔ آپ کی وفات آٹھ محرم سنہ چورانوے ہجری کو ہوئی۔

کہا گیا ہے کہ آپ کو ''زین العابدین'' لقب دینے کا سبب یہ تھا، کہ ایک رات آپ نماز تہجد ادا کر رہے تھے کہ شیطان ایک اژدھے کی صورت میں نمودار ہوا تا کہ آپ کی عبادت میں خلل پیدا کرے لیکن آپ نے کوئی توجہ نہ دی اژدھے نے (شیطان نے) آپ کے پیر کی انگلی کو اس بری طرح سے کاٹا کہ سخت تکلیف ہوئی لیکن آپ نماز میں مشغول رہے اور نیت نہ توڑی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر منکشف کر دیا کہ یہ اژدھا شیطان ہے آپ نے اسے ڈانٹا اور ایک تھپڑ رسید کیا اور کہا، اے ذلیل وخوار ملعون دور ہو۔ جب شیطان دفع ہوگیا تو آپ اپنا ورد پورا کرنے کے لیے اٹھے۔ آپ نے ایک آواز سنی اور کہنے والے کو نہ دیکھ سکے۔ کوئی کہہ رہا تھا ''آپ زین العابدین ہیں'' یہ جملہ غیبی آواز نے تین بار کہا۔

بیان کرتے ہیں کہ جب آپ وضو کرتے تو آپ کا چہرہ زرد ہوجاتا اور جسم پر لرزہ طاری ہوجاتا۔ آپ سے سبب دریافت کیا تو فرمایا، تم جانتے ہو کہ مجھے (اللہ تعالیٰ کے) سامنے کھڑا ہونا ہے۔

ایک روز آپ اپنے مکان میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک آگ لگ گئی۔ ہر چند کہ آگ لگنے کی پکار کی گئی لیکن آپ نے سجدے سے سر نہیں اٹھایا۔ جب آگ بجھ گئی تو لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کو کس بات نے آگ سے بے پروا کر دیا، فرمایا، آتشِ آخرت کے خیال نے۔

آپ کے خوارقِ عادات و کرامات بہت ہیں۔ ایک روز آپ اپنے اصحاب کے ساتھ جنگل میں بیٹھے تھے کہ ایک ہرن آپ کے سامنے آیا اور ہاتھ پیر پٹخنے لگا۔ حاضرین نے دریافت کیا اے ابن رسول اللہ یہ کیا کہتا ہے، فرمایا یہ کہہ رہا ہے کہ فلاں قریشی نے گزشتہ روز میرے بچے کو پکڑ لیا ہے اور کل سے اسے دودھ نہیں دیا۔ بعضے اصحاب کو اس بات پر یقین نہیں آیا آپ نے ایک شخص کو بھیجا کہ اسے لے کر آئیں۔ جب وہ آیا تو اسے سارا ماجرا سنایا۔ اس نے کہا کہ ہرن سچ کہتا ہے (ہرن کا بچہ میں نے پکڑا ہے) آپ نے فرمایا کہ بچہ ہرن کو دے دو تا کہ وہ اسے دودھ پلائے۔ اس کے بعد وہ واپس تیرے حوالے کر دے گی۔ (ہرن نے) وعدہ پورا کیا تو آپ نے قریشی سے کہا کہ بچہ ہرن کو بخش دو۔ اس نے بچہ ہرن کو دے دیا۔

تذکرہ نہم۔ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے مناقب

محمد بن علی بن حسین پانچویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابوجعفر اور لقب باقر تھا، کیونکہ آپ بہت ہی زیادہ صاحب علم تھے اور آپ کی ذات سے علم کو وسعت حاصل ہوئی۔ آپ کی والدہ فاطمہ بنت الحسن بن علیؓ تھیں۔ آپ کی ولادت مدینے میں ۳/صفر ۵۷ ہجری میں جمعے کے روز ہوئی، یعنی امیر المومنین حسینؓ کی شہادت سے تین سال پہلے (پیدا ہوئے)۔ آپ کی وفات ۱۱۴ ہجری میں بعمر ستاون سال ہوئی اور آپ کی قبر بقیع میں اپنے والد کی قبر کے نزدیک ہے۔

آپ سے روایت ہے کہ ہم جابر بن عبداللہ کے پاس اس زمانے میں گئے جب وہ دیکھنے سے معذور ہو گئے تھے۔ ہم نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ تم کون ہو۔ میں نے کہا میں محمد بن علی بن حسین ہوں۔ انہوں نے کہا آگے آؤ، میں آگے بڑھا تو انہوں نے میرے ہاتھ کو بوسہ دیا اور جھکے کہ میرے پاؤں کا بوسہ لیں لیکن میں ہٹ گیا۔ انہوں نے کہا، اِنَّ رَسُولَ اللّٰہِ یقربک السلام (بے شک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تم پر سلام بھیجتے ہیں) میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا واقعہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم اس وقت تک زندہ رہو گے کہ میرے فرزندوں میں سے ایک فرزند تم سے ملاقات کے لیے تمہارے پاس آئے گا۔ اس کا نام محمد بن علی بن حسین ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے حکمت کا نور عطا فرمائے گا۔ جب وہ تمہارے پاس آئے تو اسے میرا سلام کہنا۔

ایک دوسری روایت میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔ انہوں نے کہا، **قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشک ان یبق حتیٰ یلقی ولداً من الحسین یقال لہ محمد یقر علم الدین یغزاء فاذا لقیہ فاقراہ منّی السلام۔** (رسول خدا ﷺ نے میرے لیے فرمایا کہ وہ وقت قریب ہے کہ تم زندہ رہو گے یہاں تک کہ اولاد حسین سے ایک فرزند تم سے ملاقات کرے گا اسے لوگ محمد کہیں گے۔ اس نے بہت زیادہ دین کا علم حاصل کیا ہوگا پس جب تم اس سے ملاقات کرو تو اس سے میرا سلام کہنا) ایک دوسری روایت میں اس طرح آیا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جابرؓ سے فرمایا کہ اس سے ملاقات کے بعد تمہاری زندگی تھوڑی رہ جائے گی چنانچہ انہیں چند دنوں میں جابر بن عبداللہؓ نے وفات پائی۔

آپ سے بہت سی کرامات اور خلافِ عادت باتیں ظہور میں آئیں ہیں۔ ثقہ راویوں میں سے ایک نے (آپ سے) کہا اے محمد بن علی بن حسین جب ہشام بن عبدالملک کے مکان کی تعمیر کی جا رہی تھی تو میں وہاں سے گزرا۔ آپ نے فرمایا کہ واللہ تم اس کو برباد کر دو گے، واللہ تم اس کی خاک وہاں سے منتقل کر دو گے، بے شک اس کے کھنڈر نظر آئیں گے۔ راوی کہتا ہے مجھے یہ بات بہت عجیب معلوم ہوئی کہ ہشام کے محل کو کون برباد کر سکے گا۔ جب ہشام نے وفات پائی تو ولید بن ہشام نے حکم دیا یہاں تک کہ مکان کو توڑ کر برباد کر دیا اور اس کی مٹی شہر سے باہر لے گئے۔ اب اس کے کھنڈر نمایاں ہیں۔

ابوبصیر نے جن کی بینائی جاتی رہی تھی بیان کیا کہ میں نے امام باقر سے کہا، آپ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریات ہیں فرمایا ہاں۔ میں نے کہا آپ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں فرمایا ہاں۔ آخر میں میں نے کہا کہ آپ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے وارث ہیں فرمایا ہاں۔ میں نے کہا آپ میں یہ قدرت ہے کہ مردے کو زندہ کر دو، اندھے کو بینا اور کوڑھی کو بھلا چنگا کر دو اور وہ وہی کریں جو لوگ اپنے گھروں میں کرتے اور کھاتے پیتے رہتے ہیں۔ فرمایا ہاں اللہ کے حکم سے ہوسکتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میرے سامنے آکر بیٹھو۔ میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنا دستِ مبارک میرے چہرے پر رکھا۔ میری آنکھیں بینا ہوگئیں اور کوہ و دشت اور بیابان نظر آنے لگے۔ اس کے بعد اپنا ہاتھ پھر میرے چہرے پر لائے اور میری حالت پہلے جیسی ہوگئی۔ پھر فرمایا، اب بتاؤ تم ان دو حالتوں میں سے کس حالت میں رہنا چاہتے ہو ایک یہ کہ تمہاری آنکھیں بینا ہوجائیں اور تمہیں آخرت میں حساب دینا پڑے یا۔ کہ تم دنیا میں نابینا رہو اور حسابِ آخرت دینے سے بچ جاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ میں آخرت کا بار کھینچنے پر دنیا میں نابینا رہنا پسند کروں گا۔

تذکرہ دہم۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مناقب

جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب چھٹے امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی اور کہا جاتا ہے ابن اسماعیل تھی[1] آپ کا لقب جو مشہور عوام ہے، الصادق تھا۔ آپ کی والدہ اِمّ فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھیں اور ام فروہ کی والدہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دختر تھیں، اسی بنا پر امام صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تحقیق مجھے ابوبکرؓ نے دوبار جنا (میں دوطرف سے ابوبکرؓ کی آل ہوں) آپ مدینے میں ۸۰ ہجری اور کہا جاتا ہے ۸۳ ہجری میں پیر کے دن جبکہ ربیع الاوّل کے تیرہ روز باقی تھے پیدا ہوئے اور مدینے ہی میں ۱۵ رجب (نصف ازماہ رجب) ۱۴۰ ہجری میں پیر کے دن وفات پائی۔ آپ کی قبر بقیع میں ہے۔ اس احاطے میں آپ کے والد باقر دادا زین العابدین چچا حسن بن علی مدفون ہیں۔ بے شک لوگوں نے روایت کی ہے کہ آپ کی قبر سے اس قدر کرامات اور انوار ظاہر ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کے بلند و برتر مراتب کی دلالت کرتے ہیں۔ آپ[2] اہل بیت کے عظما اور علما

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۵۱ کی سطر ۱۷ ملاحظہ فرمائیں۔ شاید سہو کتابت کے باعث ''ابو'' کے بجائے ''ابن'' تحریر ہوگیا ہے واللہ اعلم۔

[2] لطیفہ ۵۳ کے اس حصے میں عربی اور فارسی کی عبارتیں ملی جلی لکھی گئی ہیں۔ عربی عبارت کے نیچے اس کا فارسی ترجمہ نقل کیا گیا ہے۔ فارسی عبارت اور عربی عبارت کے فارسی ترجمے میں مناسبت پیدا کرکے اُردو ترجمہ کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر زیر نظر ملی جلی عبارت پیش کی جاتی ہے، ''وی از عظمائے اھل بیت و علمائی ایشان حتی ان من اکثر علو مه المفاحة علی قلبه۔ فارسی ترجمے میں قلبہ کے مفہوم کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ دوسرے ''مفاحته'' کوئی لفظ نہیں ہے۔ مفاتح یا مفاجہ ہوسکتا ہے۔ مفاتح بمعنی کنجی اور مفاجہ کے معنی دفعتہ ہیں۔ مترجم نے فارسی اور عربی عبارت کو ملا کر یہ ترجمہ کیا ہے۔ ''آپ اہل بیت کے عظما اور علما میں سے تھے اور آپ کے اکثر علوم آپ کے قلب پر دفعتہ وارد ہوتے تھے۔ جس سہو کتابت کی اوپر نشان دہی کی گئی ہے اس سے مفہوم مختلف ہوجاتا ہے اور وہ بھی اس صورت میں کہ ''علی قلبہ'' کو نظر انداز کر دیا جائے۔ جیسے اصل متن میں نظر انداز کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ص ۳۵۱ آخری سطر اور ۳۵۲ پہلی سطر۔

میں سے تھے اور آپ کے اکثر علوم آپ کے قلب پر وارد ہوتے تھے۔ لوگوں کی فہم آپ کے علوم کی انتہا دریافت کرنے میں قاصر رہتی تھی۔

بے شک یہ کہا جاتا ہے اور یہ بالکل صحیح ہے کہ ایک کتاب جس کا نام ''خیر'' ہے اور جس کا رواج مغرب میں بنو عبدالمومن میں رہا ہے وہ آپؓ ہی کا کلام ہے۔ یہ کتاب ''خیر'' مشہور تصنیف ہے اور آپ کے علوم اور اسرار پر مشتمل ہے۔ اس کا ذکر امام علی بن موسیٰ الرضاؓ کے کلام میں صریح طور پر آیا ہے۔ یہ جو کہا گیا کہ ''جب مامون نے آپ کو اپنا ولی عہد بنایا'' الحضر و الجامعہ دونوں اس کے خلاف جامع دلالت کرتے ہیں۔ وہ صادق تھے جو فرماتے تھے کہ ہمارا علم بے حد عمیق ہے، دلوں پر اثر کرتا ہے اور اس کا سننا تاثیر دکھاتا ہے۔

بے شک ہمارے نزدیک جفر احمر، جفر ابیض اور مصحف فاطمہ علیہ السلام (محفوظ) ہیں اور بے شک اس میں وہ تمام باتیں جامع طور پر موجود ہیں جن کی (عام) لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے (سب ہی) دل میں اُترنے والی باتیں ہیں پس علم ممکنات ہیں لیکن تحریر شدہ۔ وہ علم جس سے دل کے بل کھل جائیں الہام ہے لیکن وہ سننے کے ذریعے تصرف کرتا ہے وہ ملائکہ علیہم السلام کا کلام ہے۔ لوگ ان کا کلام سنتے ہیں لیکن انہیں دیکھ نہیں سکتے۔ جفر احمر میں لوگوں کے لیے خیر و خوبی ہے مصحفِ فاطمہ میں وہ باتیں ہیں جن کا تعلق حادث سے ہے (نئی پیدا ہونے والی چیزیں)۔ اس میں قیامت تک پیدا ہونے والے بادشاہوں کے نام ہیں، لیکن یہ جامع اور ضخیم کتاب ہے۔ اس کی طوالت ستر گز ہے۔ اسے رسول علیہ السلام نے املا کرایا ہے اور علی ابن طالب نے اسے تحریر کیا ہے۔ اس میں ہر وہ بات تحریر ہوئی ہے جس کی قیامت تک ضرورت ہوگی، حتیٰ کہ اس میں راس الحرس اور خلدہ کا بھی ذکر ہے۔ (اس کی) آدھی جلد موجود ہے۔

بعضے ثقات کا بیان ہے کہ انہوں نے کہا، ہم نے جعفر بن محمدؒ سے سنا ہے، مجھ سے دریافت کرو اس سے پہلے کے مجھے بٹھادیں، پس بے شک میرے بعد کوئی تم سے ایسی باتیں نہ کہے گا جو میں کہتا ہوں۔

وہ حقائق و معارف اور حکمت کی دقیق باتیں جو آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوئیں وہ مشہور ہیں اور اہلِ اسلام کی کتابوں میں مرقوم ہیں۔ یہاں آپ کی کرامات اور خوارق کا ذکر مختصر طور پر کیا جاتا ہے۔

ابن جوزی ☆ نے اپنی کتاب (''صفۃ الصفوۃ'' میں سعد سے بہ اسناد خود) تحریر کیا ہے کہ میں حج کے دنوں میں مکے میں تھا۔ نمازِ عصر ادا کر کے میں کوہ قبیس پر چڑھ گیا۔ وہاں میں نے ایک شخص کو بیٹھے ہوئے دیکھا جو دعا مانگ رہا تھا۔ اس نے اپنا سانس ٹوٹنے تک ''یارب'' کی تکرار کی، پھر سانس منقطع ہونے تک ''یا ربّاہ'' بار بار کہا، اسی طرح سانس ختم ہونے تک حی حی اور ''الرحم الراحمین'' کی رٹ لگائی۔ اس کے بعد سات مرتبہ کہا، **اَللّٰھُمَّ اِنِی اِشْتَھِیْ مِنْ ھٰذِہِ الغَیبْ اَللّٰھُمَّ وَاَنْ یَروِی** (خدایا میں پردۂ غیب سے کھانا طلب کرتا ہوں اور ایسی چیز جو مجھے سیراب کردے) اس نے ابھی دعا پوری نہ کی تھی

☆ یہ روایت علامہ جامی علیہ الرحمہ نے ''شواہد النبوۃ'' میں بیان کی ہے، مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور، ۱۹۷۴ء، ص ۳۳۱۔ ۳۳۲ (ناصر الدین)

کہ انگور کی ایک ٹوکری اور دوسنگترے[1] اس کے آگے رکھ دیئے گئے۔ اس کے سامنے بے موسم انگور لائے گئے۔ میں نے کہا میں تمہارا شریک ہوں۔ اس نے پوچھا تم کس وجہ سے شریک ہو۔ میں نے کہا تم دعا کرتے تھے اور میں آمین کہتا تھا۔ اس نے کہا پھر آگے آؤ، ذخیرہ بالکل نہ کرنا۔ وہ بے دانہ انگور تھے۔ میں نے ایسے لذیذ انگور کبھی نہیں کھائے۔ میں نے خاصے انگور کھائے لیکن ٹوکری خالی نہ ہوئی۔ پھر مجھ سے کہا تھوڑے سے لے لو، لیکن میں نے نہیں لیے- اس کے بعد اس نے مجھ سے کہا کہ تم کہیں چھپ جاؤ تا کہ میں کپڑے پہن لوں۔ میں چھپ گیا۔ اس نے کپڑے پہنے۔ ایک کا تہبند بنایا اور دوسری دھاری دار پرانی چادر جسم پر ڈالی اور وہاں سے روانہ ہوگیا۔ میں اس کے عقب میں چلا۔ ایک شخص آیا اور کہا۔ اے ابن رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہنایا مجھے بھی پہناؤ۔ اس نے وہ دھاری دار چادر سائل کے حوالے کر دی۔ جب میں نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ جعفر بن محمد تھے۔

تذکرہ یازدہم۔ امام موسیٰ رضی اللہ عنہ کے مناقب

موسیٰ بن جعفر ساتویں امام ہیں۔ آپ کنیت ابوالحسن اور ابو ابراہیم تھی ان کے علاوہ اسی طرح کی اور کنیتیں بھی تھیں۔ آپ کا لقب کاظم تھا۔ کاظم کا لقب اس لیے دیا گیا تھا کہ آپ علم میں کامل تھے اور مفسدین پر غصہ نہیں کرتے تھے۔ آپ کی والدہ حمیدہ بربریدہ ام ولد (کنیز) تھیں آپ کی ولادت صفر کی سات راتیں گزرنے کے بعد (۷ صفر) ۱۲۸ ہجری میں اتوار کے دن موضع ابوہ میں جو مکے اور مدینے کے درمیان ہے ہوئی۔

آپ کو اوّل مرتبہ مہدی بن منصور مدینے سے بغداد لایا اور وہاں قید کر دیا۔ ایک رات اس نے امیر المومنین علیؓ کو خواب میں دیکھا۔ حضرت علی نے یہ آیت پاک تلاوت فرمائی۔[2] فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْافِى الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْآ اَرْحَامَكُمْ (یعنی تو کیا تم اس بات کے قریب ہو؟ کہ اگر تم حکومت حاصل کرلو تو زمین میں فساد ہی پھیلاؤ اور اپنی قطع رحمی کرو) ربیع کا بیان ہے (مہدی نے) اسی شب مجھ کو طلب کیا، جب میں اس کے پاس گیا تو میں نے سنا کہ وہ یہ آیت خوش الحانی

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۵۳ پر یہ عبارت ہے ''ہنوز دعا تمام نہ کردہ بود سلہ انگور و دو برتو برو نہاد'' برتو لغت میں کوئی لفظ نہیں ہے، البتہ برتقان ہے جس کے معنی سنگترے کے ہیں۔ ممکن ہے کہ کسی علاقے میں برتقان کے بجائے برتو بولتے ہوں۔ بہرحال مترجم نے برتقان قیاس کرکے ترجمہ کیا۔

[2] پارہ ۲۶۔ سورہ محمد آیت ۲۲۔ آیت کا ترجمہ متن میں تحریر کر دیا گیا ہے صفحہ ۳۵۳ پر یہ عبارت ہے:

''اول بار مهدی بن منصور وی را از مدینه به بغداد آوردو حبس کر دو شبے امیر المومنین علیؓ درخواب دید یا محمد فهل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوافی الارض و تقطعوا ار حامکم'' اس پوری عبارت سے یہ نشان دہی نہیں ہوتی کہ خواب کس نے دیکھا؟ امام موسیٰ کاظم نے یا خلیفہ مہدی بن منصور نے دوسرے یہ کہ مذکورہ آیت پاک میں ''یامحمد'' شامل کر دیا گیا ہے حالانکہ کہ قرآن حکیم میں یہ آیت فهل سے شروع ہوتی ہے۔ تیسرے یہ کہ قرآن حکیم میں تقطعوا کی ت پر پیش ہے۔ اصل متن میں ت پر زبر لگایا گیا ہے مترجم کی فہم میں یہ آیا ہے کہ خلیفہ مہدی بن منصور نے حضرت علیؓ کو خواب میں دیکھا جو اسے خبردار کر رہے ہیں کہ اے مہدی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، فهل عسیتم......اور متنبہ ہوگیا۔

سے پڑھ رہا تھا۔اس نے کہا، اسی وقت جاؤ اور موسیٰ بن جعفر کو لاؤ۔ میں آپ کو لایا۔ مہدی نے آپ سے معانقہ کیا اور بٹھایا پھر آپ سے خواب بیان کیا اور کہا کیا یہ ممکن ہے کہ آپ میری مخالفت کریں اور اس سبب سے میرے اور میرے فرزندوں پر خروج کریں۔ آپ نے فرمایا کہ واللہ! میں نے خروج نہیں کیا یہ میری شان نہیں ہے کہ ایسا کروں۔ مہدی نے کہا آپ سچ کہتے ہیں پھر ربیع سے کہا کہ آپ کو دس ہزار دے اور آپ کے سفر مدینہ کی تیاری کر۔ ربیع کا بیان ہے کہ میں نے اسی شب آپ کے تمام کام درست کر دیئے اور روانہ کر دیا کہ مبادا پھر کوئی رکاوٹ سفر امام میں حائل ہوجائے۔

اس وقت رشید (ہارون رشید) مدینے میں تھا۔ دوسری مرتبہ رشید نے آپ کو بغداد طلب کیا اور قید خانے میں ڈال دیا حتیٰ کہ آپ کی وفات رشید کے قید خانے میں ہوئی۔ آپ کی وفات بروز جمعرات ۱۸۶ ہجری میں ہوئی۔

آپ کی قبر بغداد میں ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کو یحییٰ بن خالد برمکی نے ہارون الرشید کے حکم سے کھجور میں زہر ملا کر دیا تھا۔ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ کو زہر دیا گیا تو آپ نے فرمایا، آج مجھے زہر دیا گیا ہے، کل اس کا اثر ظاہر ہوگا۔ پہلے میرا جسم پیلا پڑے گا پھر اس میں سے نصف سرخ ہوگا اور پرسوں سیاہ ہوجائے اس کے بعد مرجاؤں گا چنانچہ جیسا فرمایا تھا اسی کے مطابق ہوا۔

معتبر کتابوں میں حضرت شقیق بلخیؒ[۱] سے روایت کی ہے کہ میں سفر حج میں فارس پہنچا۔ وہاں میں نے ایک خوب صورت جوان شخص کو دیکھا اس کا رنگ گندم گوں تھا اور اس نے کپڑوں پر پشمینہ پہن رکھا تھا اور عمامے کے شملے کو کندھے پر ڈالا ہوا تھا۔ پیروں میں جوتے پہن رکھے تھے۔ وہ لوگوں کے درمیان سے باہر نکلا اور ایک جگہ تنہا بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ جوان صوفیہ کی جماعت سے نظر آتا ہے اور شاید یہاں اس لیے بیٹھا ہے کہ کسی مسلمان کی گردن کا بوجھ بن جائے۔ میں جاکر اسے سرزنش کرتا ہوں تاکہ اپنے ناروا ارادے سے باز رہے۔ میں اس کے قریب گیا تو اس نے کہا اے شقیق! اِجۡتَنِبُوۡا كَثِيۡرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ[۲] (ترجمہ: بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔) یہ کہنے کے بعد وہ جوان مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ عجیب بات ہے کہ اس جوان نے میرا نام لیا اور جو کچھ میرے ضمیر میں تھا اسے ظاہر کر دیا۔ بے شک یہ نیک بندہ ہے۔ میں اس سے میل جول پیدا کرکے تجلی[۳] کی درخواست کروں گا ہر چند کہ میں تیز تیز چلا لیکن اس تک نہ پہنچ سکا۔ جب میں اگلی منزل پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ مصروفِ نماز ہے۔ اس کے اعضا پر لرزہ طاری تھا اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے سوچا کہ اس کے پاس جاؤں اور تجلی کی درخواست کروں بہرحال میں نے صبر کیا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو میں اس کے پاس گیا۔ اس نے مجھ سے کہا، اے شقیق یہ آیت

---

۱ شقیق بلخیؒ۔ پورا نام ابوعلی شقیق بن ابراہیم بلخیؒ تھا۔ ابراہیم بن ادہم کے اصحاب میں سے تھے۔ ۱۷۴ھ میں وفات پائی ملاحظہ فرمائیں، سرچشمہ تصوف در ایران از سعید نفیسی۔ تہران، ۱۳۴۳ ش۔ ص ۳۵۔

۲ پارہ ۲۶۔ سورہ الحجرات، آیت ۱۲۔

۳ تجلی۔ ہر وہ شان، کیفیت اور حالت جس میں حق تعالیٰ کا یا اس کی کسی صفت یا اس کے کسی فعل کا اظہار ہو۔ ملاحظہ فرمائیں سرِ دلبراں ص ۱۱۲۔

پڑھو، وَاِنِّی لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًاثُمَّ اهْتَدٰی[1] (اور بے شک میں ضرور اسے بہت بخشنے والا ہوں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک کام کیے پھر ہدایت پر ثابت قدم رہا۔) اس کے بعد وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ جو ان ابدال ہے، جو کچھ میرے باطن میں ہوتا ہے مجھ پر ظاہر کر دیتا ہے۔ جب میں اگلی منزل پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ ایک کنویں کی منڈیر پر کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں پانی کا کوزہ ہے تا کہ اس میں پانی بھرے۔ وہ کوزہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر کنویں میں گر پڑا۔ اس نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا، الٰہی تو میرا پروردگار ہے، میرے وجود کی پرورش کرتا ہے میرے پاس اس کوزے کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور اس سے میری ضرورت وابستہ ہے۔ میں نے دیکھا کہ کنویں کا پانی اوپر آ گیا ہے۔ جوان نے کوزے میں پانی بھرا، وضو کیا اور چار رکعت نماز ادا کی۔ اس کے بعد ریت کے تودے کی طرف گیا اور اپنے ہاتھ سے ریت کوزے میں ڈالی اور ہلا کر پی گیا۔ میں اس کے پاس گیا اور سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمت آپ کو دی ہے مجھے بھی عنایت کریں- اس نے کہا اے شقیق! اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہی نعمتیں خواہ ظاہری ہوں یا باطنی مجھے عطا فرمائی ہیں۔ تم بھی اللہ تعالیٰ سے اپنا گمان ٹھیک رکھو۔ اس کے بعد اس نے وہ کوزہ مجھے دیا، میں نے پیا تو میٹھا ستو تھا۔ اتنا لذیذ ستو میں نے کبھی نہیں پیا۔ میں خوب سیراب ہو گیا، حتیٰ کہ چند دن تک مجھے کھانے پینے کی احتیاج نہیں رہی۔ پھر دوران سفر میں نے اسے نہیں دیکھا۔ جب میں مکے پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ آدھی رات کو بڑے خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔ تمام رات یہی کیفیت رہی۔ جب صبح ہوئی تو نمازِ فجر ادا کی اور طواف کر کے باہر چلا گیا۔ میں اس کے پیچھے چلا۔ میں نے دیکھا کہ سفر کے برعکس یہاں اس کے بہت سے خادم اور مددگار تھے اور لوگوں نے اسے گھیر رکھا تھا۔ ہر آنے والا سلام کہتا۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں انہوں نے کہا کہ یہ موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس طرح کے بہت سے خوارق اور واقعات ہیں جن کی تفصیل کا یہ مجموعہ متحمل نہیں ہو سکتا۔

تذکرہ دوازدہم۔ حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے مناقب

علی بن موسیٰ بن جعفر بارہ اماموں میں سے آٹھویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت بھی اپنے والد کاظم کی طرح ابوالحسن تھی۔ کاظم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، میں نے اپنی کنیت اسے عطا کی ہے۔ ابوجعفر بن محمد بن علی رضا رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ کے جد کا نام خلیفہ مامون نے ''الرضا'' رکھا، اور اس امر پر راضی ہو گیا کہ انہیں اپنا ولی عہد بنائے۔ ابوجعفر نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام رضا رکھا، اس لیے کہ آپ نے گزشتہ اماموں کے درمیان آسمان میں رضائے الٰہی کو اور زمین میں رسول اللہ رضی اللہ عنہ کی رضا کو خاص کر لیا تھا اور اس لیے بھی کہ آپ اپنے مخالفین سے اسی

---

[1] پارہ ۱۶۔ سورہ طٰہٰ آیت ۸۲۔

طرح راضی ہوئے جس طرح اپنے موافقین سے راضی تھے۔ آپ کے والد موسیٰ کاظم جب بھی آپ کو بلاتے تو کہتے فرزند رضا اور جب مخاطب ہوتے تو اے ابوالحسن فرماتے۔ آپ کی ولادت مدینے میں دس ربیع الآخر سنہ ۱۵۳ھ میں جمعرات کے دن ہوئی یعنی آپ اپنے دادا جعفرؓ کی وفات کے بعد تولد ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۵۰ ہجری میں پیدا ہوئے نیز دیگر اقوال بھی ہیں۔ آپ کی وفات علاقہ طوس میں ہوئی۔ ان کے کئی نام تجویز ہوئے۔ ام البنین نے کہا میں علی نام رکھتی ہوں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ کنیز تھیں ان کا نام حمیدہ تھا اور امام کاظم رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔

ایک شب حمیدہ نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں، اپنے فرزند موسیٰ کو تحفہ دے دو عنقریب اس کے ایک فرزند پیدا ہوگا جو دنیا والوں میں سب سے بہتر ہوگا۔

اُمِّ رضا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، جب میں حاملہ ہوئی تو دورانِ حمل میں نے کسی طرح کا بوجھ یا گرانی محسوس نہ کی۔ جب سوتی تو میں اپنے پیٹ سے تسبیح وتہلیل کی آواز سنتی۔ مجھ پر خوف اور ہول طاری ہوجاتا اور جب جاگتی ہوتی تو کوئی آواز نہ سنتی۔ ولادت کے وقت آپ کے دونوں ہاتھ زمین پر اور چہرہ آسمان کی طرف تھا۔ آپ کے ہونٹ ہل رہے تھے جیسے کسی سے باتیں کررہے ہوں یا مناجات کررہے ہوں۔

کاظم رضی اللہ عنہ کے خواص میں سے ایک نے روایت کی ہے کہ ایک بار کاظم نے مجھ سے کہا، کیا تمہیں خبر ہے کہ مغرب کے تاجروں میں ایک تاجر یہاں آیا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے اس کا علم نہیں۔ میں ان کے ساتھ سوار ہوا اور مغربی تاجر کے ہاں پہنچا۔ اس نے سات کنیزیں ہم کو دکھائیں لیکن امام نے کسی کو قبول نہیں کیا۔ اس سے فرمایا کہ کوئی دوسری پیش کرو۔ تاجر نے کہا دوسری کوئی نہیں ہے البتہ ایک بیمار لونڈی ہے۔ آپ نے فرمایا اگر اسے پیش کرو تو کیا ہرج ہے۔ تاجر نے یہ بات قبول نہ کی۔ دوسرے دن مجھے بھیجا کہ تاجر سے کہنا کہ کنیز کی انتہائی قیمت کیا ہے۔ وہ جو قیمت بتائے خرید لینا۔ میں تاجر کے پاس گیا۔ اس نے کہا میں اتنی اور اتنی رقم سے کم نہ کروں گا۔ میں نے کہا جو کچھ تم نے کہا ہے میں اتنی ہی رقم پر خریدتا ہوں۔ تاجر نے کہا میں بیچتا ہوں لیکن یہ بتاؤ کہ کل جو شخص تمہارے ساتھ تھا وہ کون ہے؟ میں نے کہا کہ بنی ہاشم سے ہیں۔ اس نے دریافت کیا کہ کس قبیلے سے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ اس سے زیادہ میں نہیں جانتا اس کے بعد تاجر نے کہا کہ یہ کنیز کون ہے اس کے بارے میں میں آپ کو بتاتا ہوں۔

میں نے اس کنیز کو بلاد مغرب کے اطراف سے خریدا۔ اہل کتاب میں سے ایک عورت نے مجھے دیکھا اور کنیز کے بارے میں دریافت کیا۔ میں نے اس کتابیہ سے کہا کہ میں نے یہ لونڈی اپنے لیے خریدی ہے۔ عورت نے کہا کہ یہ کنیز اس قبیلے سے نہیں ہے کہ تیری ملکیت بن سکے۔ یہ دنیا والوں میں سب سے بہتر شخص کی کنیز بنے گی۔ تھوڑی مدت میں اس سے ایک فرزند پیدا ہوگا کہ شرق سے غرب تک اس کی مثل کوئی صاحب علم نہ ہوگا۔ راوی کہتا ہے کہ جب میں اسے لے آیا تو تھوڑی مدت بعد رضا رضی اللہ عنہ تولد ہوئے۔

موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ تھے۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی تمہارا فرزند، اللہ عز وجل کے نور سے دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت سے بولتا ہے اور جو کچھ کرتا ہے درست ہوتا ہے خطا نہیں کرتا۔ علم سے آشنا ہے کبھی نادانی نہیں کرتا۔

بیان کرتے ہیں کہ جب مامون نے امام رضا کو اپنا ولی عہد بنایا تو جب کبھی آپ مامون سے ملاقات کرنے جاتے تو محل کے خدام اور محافظ آپ کا استقبال کرتے اور مامون کی بارگاہ پر جو پردہ لٹکا ہوا تھا اسے اٹھاتے تاکہ آپ اندر چلے جائیں۔ آخر الامر وہ بنا جو نفس و ہوا کے بندوں اور صدق و صفا کے لوگوں کے درمیان حائل ہوتی ہے پیدا ہوگئی اور وہ رضا رضی اللہ عنہ سے نفرت کرنے لگے۔ وہ ایک دوسرے سے اس امر پر متفق ہوگئے کہ ہم آئندہ مقررہ دستور کے مطابق نہ استقبال کریں گے نہ خلیفہ کی بارگاہ سے پردہ اٹھائیں گے۔

جب دوسری بار رضا رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو یہ اہل کار جو بیٹھے ہوئے تھے بے اختیار کھڑے ہوگئے۔ انہوں نے استقبال کیا اور پردہ بھی بلند کیا۔ جب آپ اندر تشریف لے گئے تو آپس میں کہنے لگے کہ یہ کیا بات تھی جو ہم نے کی۔ پھر آپس میں طے کیا کہ دوسری مرتبہ ہم یہ خدمت بجا نہیں لائیں گے۔ جب آپ دوسری بار تشریف لائے تو وہ لوگ اٹھے سلام کیا البتہ پردہ بلند کرنے میں توقف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کہ حکم دیا کہ پردہ اٹھائے۔ ہوا نے جس طرح اہل کار پردہ اٹھاتے تھے پردہ اٹھایا۔ جب آپ اندر چلے گئے تو ہوا ساکن ہوگئی۔ جب آپ نے واپسی کا ارادہ کیا تو ہوا نے آکر پہلے کی طرح پردہ اٹھایا۔ جب اہلکاروں کی جماعت نے اس کیفیت کا مشاہدہ کیا تو کہنے لگے، جسے اللہ تعالیٰ عزیز رکھتا ہو، ہم اسے ذلیل نہیں کر سکتے۔ بیت

کسے را کہ ایزد کند سر بلند
نیارد کسے سر بزیرش کمند

(جس شخص کو اللہ تعالیٰ سر بلند کرتا ہے تو کوئی اس کے سر کو کمند سے نیچے نہیں لا سکتا)

تذکرہ سیز دہم۔ حضرت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کے مناقب

امام محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر نویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو جعفر تھی۔ آپ کی کنیت اور نام امام باقر کے عین موافق ہے، رضی اللہ عنہ۔ اسی بناء پر آپ کو ابو جعفر ثانی کہتے ہیں۔ آپ کا لقب تقی اور جواد تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ اُمِ ولد (کنیز) تھیں اور ان کا نام خیزران تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ریحانہ تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ ماریہ قبطی کے خاندان سے تھیں اور ان کا نام سکانہ تھا۔

آپ کی ولادت مدینہ طیبہ میں رجب کے دس دن گزرنے کے بعد بروز جمعہ سنہ ایک سو پچانوے ہجری میں ہوئی تھی اور وفات ذی الحجہ کے چھ دن گزرنے کے بعد بروز منگل سنہ دو سو دس ہجری میں[۱] ہوئی اور یہ معتصم کا عہد خلافت تھا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی وفات زہر خورانی سے ہوئی لیکن پہلی روایت صحیح تر ہے۔ آپ کی قبر آپ کے دادا کاظم کی قبر کے عقب میں بغداد میں ہے۔ کم سنی کے زمانے ہی سے صاحبِ علم وفضل و ادب ہونے کے باعث خلیفہ مامون آپ کا گرویدہ تھا۔ اس نے اپنی دختر ام الفضل کو آپ کے نکاح میں دے کر آپ کے ہمراہ مدینے روانہ کیا۔ مامون ہر سال آپ کو ایک ہزار درم بھیجتا تھا۔

آپ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ کے والد رضا کی وفات کے بعد جب آپ کی عمر گیارہ سال تھی آپ بغداد کی گلیوں میں لڑکوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ جب مامون کی سواری قریب آئی تو سب لڑکے اِدھر اُدھر بھاگ گئے اور آپ کھڑے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں آپ کی مقبولیت کا داعیہ پیدا کر دیا تھا۔ (اس لیے) پر اعتماد رہے۔ (امیر المومنین مامون نے) دریافت کیا، صاحب زادے تم کیوں نہیں بھاگے؟ آپ نے برجستہ جواب دیا، اے امیر المومنین! راستہ اتنا تنگ نہیں ہے کہ میں ہٹ جانے سے اسے کشادہ کروں میں نے کوئی جرم بھی نہیں کیا ہے کہ آپ سے ڈر کر بھاگ جاتا تیسرے یہ کہ میں اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ آپ بے گناہوں کو نہیں ستاتے۔ مامون کو آپ کی خوبصورتی اور خوش کلامی بہت پسند آئی۔ اس نے پوچھا کہ آپ کا کیا نام ہے۔ آپ نے کہا میرا نام محمد ہے۔ پوچھا کس کے بیٹے ہو؟ فرمایا میرے والد رضا ہیں۔ مامون شفقت سے پیش آیا۔ مامون کے پاس شکاری باز تھے۔ جب عمارت سے باہر آیا تو ایک باز کو صحرائی مرغ کے پیچھے چھوڑا۔ وہ باز نظروں سے غائب ہوگیا اس کی پوشیدگی طویل ہوگئی۔ بعدازاں وہ باز اڑتا ہوا واپس آیا۔ اس کی چونچ میں ایک مچھلی تھی آدھی کھائی ہوئی اور آدھی سلامت۔ مامون کو بے حد تعجب ہوا اور اسے اپنے ہاتھوں میں لے کر روانہ ہوا۔ جب مامون اس مقام پر آیا جہاں جواد سے (آپ سے) ملا تھا۔ آپ وہاں کھڑے تھے۔ لڑکے حسبِ سابق راستے سے ہٹ گئے اور آپ کھڑے رہے۔ جب مامون آپ کے قریب پہنچا تو کہا اے محمد۔ آپ نے فرمایا، امیر المومنین میں حاضر ہوں۔ خلیفہ نے دریافت کیا میرے ہاتھ میں کیا ہے۔ آپ نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اسے دریا میں چھوٹی مچھلی کی صورت پیدا کیا ہے۔ بادشاہ اور خلیفہ اسے پکڑتے ہیں اور اس کی خبر ان لوگوں سے چاہتے ہیں جو اہل نبوت کا خلاصہ ہیں۔ جب مامون نے یہ بات سنی تو بے حد تعجب کیا اور بڑی دیر تک آپ کو دیکھتا رہا پھر بولا کہ فی

---

[۱] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۵۶ پر یہ عبارت نقل کی گئی ہے: ''ولادتِ وی در مدینہ بود، روز جمعہ، دہ روز از رجب گزشتہ سنہ خمس وتسعین و ماتہ بود، و وفاتِ وی روز سہ شنبہ، شش روز ذی الحجہ گزشتہ بود سنہ عشر ومایتین درعہد خلافت معتصم'' اس اعتبار سے امام تقی کی عمر کل پندرہ سال ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔ نجم الحسن کراروی کی تصنیف ''چودہ ستارے'' میں امام محمد تقی کا سال ولادت ۱۹۵ھ اور وفات کا سال ۲۲۰ھ ہجری تحریر کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ''چودہ ستارے'' کراچی سال ندارد صفحہ ۴۷۴ اور صفحہ ۴۹۴۔

الحقیقت آپ فرزندِ رضا ہیں اور وہ انعام اور وظیفہ جو وہ آپ کو دیتا تھا اسے دوگنا کردیا۔

راویوں نے اس طرح روایت کی ہے کہ مدینے سے ام الفضل نے اپنے والد مامون کو شکایۃً تحریر کیا کہ جواد نے میرے سر پر مصیبت کھڑی کردی ہے اور (کسی کو) بیوی بنانا چاہتے ہیں۔ مامون نے جواب میں لکھا میں نے تمہیں ان کے نکاح میں اسی لیے دیا تھا کہ تم حلال شے کو ان پر حرام کردو؟ آئندہ ایسی باتیں ہمیں تحریر نہ کرنا۔

آپؓ نے فرمایا کہ ظلم کرنے والا اور اس کا مددگار اور اس کے ظلم پر خوش ہونے والا سب شریک ظلم ہیں۔ فرمایا کہ ظالم پر روزِ انصاف مظلوم پر روز ظلم سے زیادہ سخت ہوگا۔ آپؓ نے فرمایا، دشمنوں کا کسی کی بربادی پر خوش ہونا مصیبت بالائے مصیبت ہے۔ آپؓ نے فرمایا جو شخص (نیک) عمل کرے اور اس پر فخر کرے اس کی ادنیٰ سزا محرومی ہے۔ آپ نے فرمایا دو بیمار شخص ہیں ایک کو بخار چڑھا ہوا ہے اور دوسرا مہمل باتیں کرنے کا مریض ہے۔

تذکرہ چہاردہم۔ حضرت امام علی نقی رضی اللہ عنہ کے مناقب

علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفرؓ[1] دسویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن تھی اور آپ کو ابوالحسن ثالث کہتے تھے۔ آپ کا لقب ہادی اور عسکری مشہور ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ ام ولد تھیں، ہمامہ نام تھا اور کہا جاتا ہے کہ آپ کی والدہ ام الفضل بنت مامون تھیں۔ آپ کی ولادت مدینہ طیبہ میں تیرہ رجب سنہ دو سو چودہ ہجری میں ہوئی اور وفات بمقام سُر من رای جو نواح بغداد میں ہے اواخرِ جمادی الاوّل سنہ دو سو چون ہجری میں بروز پیر ہوئی۔

آپ کی قبر اس تہ خانے میں ہے جو سُر من رای میں آپ کے پاس تھا۔ کہا جاتا ہے کہ علی کا مدفن شہر قم میں ہے صحیح نہیں ہے۔ حقیقت صرف اتنی سی ہے اور صحیح ہے کہ شہر قم میں فاطمہ بنت موسیٰ رضی اللہ عنہ کی قبر ہے۔

تحقیق الرضا علی بن موسیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بے شک جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

روایت کرتے ہیں کہ ایک روز آپ (امام ہادی) ایک دیہات میں جو سُر من رای کے نواح میں واقع تھا، تشریف لے گئے۔ ایک اعرابی آپ سے ملنا چاہتا تھا، لوگوں نے اسے بتایا کہ امام فلاں گاؤں میں گئے ہیں۔ وہ آپ کے عقب میں گیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس اعرابی سے دریافت کیا کہ کس ضرورت سے آئے ہو۔ اس نے کہا میں آپ کے جد علی رضی اللہ عنہ کی دوستی سے وابستہ ہوں۔ مجھے ایک عظیم قرض ادا کرنا ہے اور میں اس کی ادائیگی سے قاصر ہوں۔ آپ کے سوا میں کسی کو نہیں جانتا جو اس قرض سے میری گردن چھڑائے۔ آپ نے بشاشت کا اظہار کیا۔ جب صبح ہوئی تو فرمایا، میں تم سے ایک بات کہتا ہوں تم اس کے خلاف عمل نہیں کرو گے۔ اس نے یہ فرمان قبول کرلیا۔ پھر اپنے دستِ

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۵۷ پر تحریر ہے "علی بن ابی محمد ابن علی ابی موسیٰ بن جعفرؓ" یہ نام لطائف اشرفی میں درج کردہ تذکروں کے مطابق صحیح نہیں ہے۔ مترجم نے اردو متن میں امام علی نقی کا نام تذکروں میں دیئے گئے ناموں کے مطابق تحریر کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں تذکرہ سیزدہم ص ۳۵۶۔

مبارک سے ایک تحریر لکھ کر اسے دی کہ اسے بحفاظت اپنے پاس رکھے۔ جب میں سُر من رای جاؤں تو تم خلیفہ کے حضور مجھ سے قرض کا مطالبہ کرنا اور اپنے دل میں کسی طرح خیال نہ لانا۔ جب لوگ حاضر ہوئے اور خلیفہ تشریف فرما ہوا تو اس نے وہ تحریر اس کے سامنے رکھی اور امام ہادی سے پیسوں کا مطالبہ کیا۔ آپ نے کچھ عذر کیے۔ یہ صورت حال جاری تھی کہ متوّلی نے تین ہزار درہم امام ہادی کو بھیجے۔ آپ نے اعرابی کو طلب کیا اور اس کی مشکل حل کر دی۔ اعرابی نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ مجھے امید تھی، آپ نے جو عطا فرمایا اس سے قرضہ ایک تہائی رقم تھا لیکن **اَللّٰهُ اَعلَمُ حَيثُ يَجعَلُ رِسَالَتَهٗ**[۱] (ترجمہ: اللہ خوب جانتا ہے کہ کسے رسالت عطا فرمائے۔)

تذکرہ پانزدہم۔ حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے مناقب

حسن بن علی بن محمد بن الرضا رضی اللہ عنہ گیارہویں امام ہیں آپ کی کنیت ابو محمد تھی اور لقب زکی، خلاصہ اور سراج تھا۔ آپ بھی اپنے والد کی طرح مشہور ہیں۔ آپ کی والدہ امّ ولد تھیں اور ان کا نام سوسن تھا، اس کے علاوہ دوسرے نام بھی روایتوں میں آئے ہیں۔ ہادی رضی اللہ عنہ نے آپ کا نام حریث رکھا تھا۔ آپ کی ولادت مدینہ طیبہ میں سنہ دو سو اکتیس ہجری اور وفات سُر من رای میں سنہ دو سو ساٹھ ہجری میں ہوئی آپ کی قبر اپنے والد کے پہلو میں ہے۔

تذکرہ ہفتدہم[۲] مناقب میں

محمد بن حسن بن علی الرضا رضی اللہ عنہ، بارہویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو القاسم تھی اور حضرات امامیہ کے نزدیک آپ کے القاب، حجت، قائم، مہدی، منتظر اور صاحب الزماں ہیں۔ امامیہ کے نزدیک آپ بارہ اماموں کے خاتم ہیں۔ بے شک یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ آپ سرمن رای کے غار میں داخل ہوئے۔ آپ کی والدہ آپ کی بہت دیکھ بھال کرتی تھیں اور باہر کم نکلتی تھیں۔ آپ سنہ دو سو پچاس میں اور کہا جاتا ہے کہ دو سو چھیاسٹھ میں اور یہی صحیح تر روایت ہے، پوشیدہ ہو گئے اور امامیہ کے عقیدے کے مطابق ابھی تک پوشیدہ ہیں۔

آپ کی والدہ ام ولد تھیں اور ان کا نام صیقل تھا۔ سوسن، نرجس اور ان کے علاوہ بھی نام روایتوں میں آئے ہیں۔ آپ کی ولادت سرمن رای میں سنہ دو سو اٹھاون میں تئیس رمضان کو ہوئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سنہ دو سو پچپن ہجری میں شعبان کی پندرہویں شب میں ہوئی۔

ابو محمد زکی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی حکیمہ نے بیان کیا ہے کہ میں ایک دن ابو محمد رضی اللہ عنہ کے پاس آئی۔ انہوں نے کہا، اے پھوپھی آج رات آپ ہمارے گھر رہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو ایک فرزند عطا فرمائے گا۔ میں نے کہا کہ فرزند کہاں سے ہوگا

۱۔ پارہ ۸۔ سورہ الانعام آیت ۱۲۴

۲۔ مطبوعہ نسخہ ص ۳۵۸۔ یہ سہو کتابت ہے۔ ''تذکرہ شانزدہم'' ہونا چاہیے، نیز یہ ذیلی عنوان بھی نامکمل ہے۔

میں تو نرجس میں حمل کے آثار نہیں دیکھتی۔ فرمایا، اے پھوپھی! نرجس موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی مثل ہے۔ اس کا حمل بچے کی ولادت سے قبل ظاہر نہ ہوگا۔ رات میں وہاں رہی۔ جب آدھی رات ہوئی تو میں اٹھی اور تہجد کی نماز ادا کی۔ نرجس نے نماز ادا کی۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ فجر قریب آ گئی اور ابومحمد نے جو بات کہی تھی ابھی تک ظاہر نہیں ہوئی۔ ابومحمد نے اپنی جگہ آواز دی، اے پھوپھی! جلدی نہ کریں۔ نرجس جس مکان میں تھی میں واپس ہوئی۔ وہ مجھے راستے میں ملی۔ اس کا جسم کانپ رہا تھا۔ میں نے اسے سینے سے لگایا اور قل ھو اللہ احد، انا انزلناہ اور آیت الکرسی پڑھی اس کے پیٹ سے آواز آئی کہ انہوں نے وہی پڑھا جو میں پڑھ چکا تھا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ مکان روشن ہوگیا اور فرزند کی ولادت ہوچکی تھی اور اس نے باتیں کیں۔ ان کی اولاد سے مہدی پیدا ہوگا جیسا ذکر مہدی کے لطیفے میں بیان کیا گیا ہے۔

صحیح مذہب اہل سنت کا یہ ہے کہ امام مہدی آئندہ زمانے میں پیدا ہوں گے اور روافض جھوٹ کہتے ہیں ولعنۃ اللہ علی الکاذبین[1]

معصومین کا ذکر

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ بارہ اماموں کے بعد چودہ معصومین ہیں جو اِن پاک اماموں کی اولاد اور آل ہیں اور جو کم عمری میں وفات پا گئے۔

اول، محمد اکبر بن علی مرتضیٰ جو دو سال کی عمر میں وفات پا گئے۔

دوسرے عبداللہ بن امام حسین ہیں جن کی وفات دو سال کی عمر میں ہوئی۔

تیسرے قاسم بن امام حسین اُن کی وفات بھی بعمر دو سال ہوئی۔

چوتھے قاسم بن امام حسن جن کا انتقال دو سال کی عمر میں ہوا۔

---

[1] مطبوعہ نسخے میں صفحہ ۳۵۸ پر یہ عبارت ہے۔

''وصحیح مذہب اہل سنت اینست کہ امام مہدی در زمانہ آئندہ پیدا خواہند شد و روافض دروغ می گویند ولعنۃ اللہ علی الکاذبین''

مترجم کے پاس جو خطی نسخہ ہے اس میں مذکورہ عبارت کے گرد کسی بزرگ نے دائرہ کھینچا ہے اور اس کے بالمقابل حاشیے پر فارسی میں ایک نوٹ تحریر کیا ہے۔ یہ نوٹ خطِ شکست میں ہے۔ مترجم نے اسے اس طرح پڑھا ہے۔

''ایں عبارت از لفظ صحیح مذہب تا کاذبین از الحاقات جناب محمد اسحاق مولوی رامپوری مترجم است۔ دریں نسخہ مدغم (ناخوانا) وشد

(یہ عبارت لفظ صحیح مذہب سے کاذبین تک جناب محمد اسحاق مولوی رامپوری مترجم نے الحاق کی ہے۔ اس نسخے میں مدغم (ناخوانا) اور ہوگئی/ ہوگیا)

مترجم نے اربابِ تحقیق کے لیے اس صورت حال کو پیش کرنا ضروری خیال کیا ہے اس لیے ترجمے میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔ حسب روایت ضیاء الدین احمد برنی (دہلوی) مولوی محمد اسحاق اگرچہ رامپور کے باشندے تھے لیکن دہلی میں پچاس ساٹھ سال قیام پذیر رہے۔ دہلی میں کوچہ چیلان میں ان کی رہائش تھی۔ ضیاء الدین احمد برنی فارسی پڑھنے کے لیے ۱۹۰۷ء میں ان کے شاگرد ہوئے۔ مولوی صاحب کی وفات دہلی میں ۱۹۳۰ء میں ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیں ضیاء الدین احمد برنی کی تصنیف ''عظمتِ رفتہ'' کراچی اشاعت جدید ۲۰۰۰ء ص ۱ تا ۱۳)

پانچویں حسین بن زین العابدین ہیں۔ وہ چھ سال کے تھے کہ ان کی وفات ہوئی۔
چھٹے قاسم بن امام زین العابدین ہیں جن کی وفات بعمر چھ سال ہوئی۔
ساتویں علی بن امام محمد باقر جن کا انتقال چھ سال کی عمر میں ہوا۔
آٹھویں عبداللہ بن امام جعفر صادق جن کی وفات تین سال کی عمر میں ہوئی۔
نویں یحییٰ بن ہادی بن امام جعفر صادق جو تین سال کی عمر میں گزر گئے۔
دسویں صالح بن محمود بن موسیٰ کاظم جن کا انتقال بعمر سات سال ہوا۔
گیارہویں طیب بن امام موسیٰ کاظم جو سات سال کی عمر میں گزر گئے۔
بارہویں جعفر بن امام محمد تقی جن کی وفات چار سال کی عمر میں ہوئی۔
تیرہویں جعفر بن امام حسن عسکری جو ایک سال کی عمر میں وفات پا گئے۔
چودہویں قاسم بن امام علی ہادی جنہوں نے تین سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔
دوسری اولادوں کی تفصیل دوسرے مقام پر بیان کی جائے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

صحابہ اور تابعین

سعید بن عمر بن زید بن نفیلؓ

ان دس اشخاص میں سے ہیں جن کو ان کی زندگی میں جنت کی بشارت ملی (عشرۂ مبشرہ) رسول علیہ السلام نے انہیں دخولِ جنت کی بشارت دی تھی۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت حضرات صحابہؓ کے پاس آئی اور سعیدؓ کی شکایت کی کہ انہوں نے میری زمین غصب کرلی ہے اور اس پر مکان تعمیر کر رہے ہیں۔ صحابہؓ نے یہ بات سعیدؓ سے کہی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس کسی نے ناحق ایک بالشت زمین غصب کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی گردن میں سات زمینوں کا طوق ڈالے گا۔ اس کے بعد کہا، اے اللہ اگر سعید پر جھوٹا الزام لگایا ہے تو فیصلہ کر دے کہ وہ اندھا ہوجائے اور یہ فیصلہ جلد کر دے۔ اس عورت کو سعیدؓ کی بد دعا کے بارے میں خبر کی گئی۔ وہ باہر نکلی اور سعیدؓ کے مکان کو توڑ دیا اور اس کی اینٹیں اپنے مکان میں لگا دیں۔ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اندھی ہوگئی۔ جب رات

کو اٹھتی تو کنیز کا ہاتھ پکڑ کر حاجت کی جگہ جاتی۔ ایک رات کنیز کا سہارا نہیں لیا تو کنویں میں گر کر مرگئی۔

عباد بن بشرؓ اور اسید بن حضیر

دونوں انصاری تھے۔ دونوں ایک اندھیری رات میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے۔ جب اپنے گھر روانہ ہوئے تو ان دونوں میں کسی ایک کے عصا کی نوک روشن ہوگئی۔ اس روشنی میں راستہ چلتے رہے جب ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے تو دونوں کے عصا سے روشنی پھوٹنے لگی۔

ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ

رسول علیہ السلام کے آخری صحابیوں میں سے تھے۔ بخشش کرنے میں بے نظیر تھے۔ (ایک مرتبہ) تمام مال فقرا پر ایثار کر دیا اور اپنے پاس تین دینار رکھے۔ ایک سائل آیا اسے ایک دینار دے دیا، دوسرا سائل آیا باقی اسے دے دیئے۔ ان کے دوست نے دردسری کی کہ یہ کیا فضول بات ہے۔ دوسرے روز دوست نے قرض لیا اور رات کے کھانے کا انتظام کیا۔ جب کھانا کھانے لگے تو بستر کو لپیٹ دیا۔ بستر سے کچھ وزن کے دینار نکلے۔ دوست نے کہا اچھا تم نے اسی امید پر دینار صرف کر دیئے تھے۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ جب دینار گنے تو تین سو دینار تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے حق میں رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خالد کفار کے لیے اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں انہیں حیرہ روانہ کیا تو ایک شخص جس کا نام عبدالمسیح تھا اسے حیرہ کے لوگوں نے آپ کے پاس بھیجا۔ وہ آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ تھوڑا سا زہر لایا جس کی خاصیت یہ تھی کہ بہ یک ساعت اپنا اثر دکھاتا تھا۔ جب عبدالمسیح نے زہر کی شیشی آپ کے سامنے رکھی تو آپ نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے کہا زہر ہے جو ایک ساعت میں اثر دکھاتا ہے۔ آپ نے وہ زہر ہتھیلی پر رکھا اور فرمایا، بِسۡمِ اللّٰہِ وَ بِاللّٰہِ رَبّ الاَرۡضِ والسَّمآءِ بِسۡمِ اللّٰہِ الَّذِی لاَ یَضُرُّ مَعَ اِسۡمِہٖ شئٌ فِی الاَرۡضِ وَلاَ فِی السَّمآءِ وَھُوَ السَّمِیۡعُ العَلِیۡم۔ (اللہ کے نام سے اور اللہ کی برکت کے سامنے جو زمینوں اور آسمانوں کا پروردگار ہے اور اس اللہ کے نام سے کہ جس کے نام کے ساتھ زمین و آسمان کی کوئی شے نقصان نہیں پہنچا سکتی) یہ کہہ کر وہ زہر پی لیا۔ کافی وقت گزر گیا آپ کو کچھ نہ ہوا۔ عبدالمسیح واپس آیا اور حیرہ والوں سے کہا کہ خالد رضی اللہ عنہ سے مصالحت کرلو۔ یہ خدائی کاروبار ہے تم ان کا مقابلہ نہ کرسکو گے۔

عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ مکے میں ایمان لائے اور ابھی بالغ نہ ہوئے تھے کہ اپنے والد کے ساتھ مدینے ہجرت فرمائی۔ ان کی وفات مکّے میں ہوئی۔ ایک مرتبہ رمی کر رہے تھے کہ لوگوں نے ہجوم کیا۔ ان کی دو انگلیوں کے درمیان کوئی چیز لگی جس سے ورم ہوگیا اور گہرا زخم لگا۔ اسی تکلیف کے سبب وفات پائی۔ یہ ۷۴ ہجری کا واقعہ ہے، کہا جاتا ہے کہ ۷۳ ہجری کا واقعہ ہے، بعض ۸۴ ہجری کہتے ہیں۔ ان کے بارے میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ سفر میں تھے۔ ایک جماعت ملی، اس سے اہل سفر کا حال دریافت کیا۔ جماعت نے بتایا کہ یہاں ایک شیر ہے جس نے راستہ بند کر دیا ہے۔ آپ گھوڑے سے اترے اور شیر کی طرف چلے شیر کے کان اینٹھے اور کہا کہ مسلمانوں کا راستہ ہرگز بند نہ کرو۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کے کوڑا مارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ آدم کی اولاد جس سے خوف کھاتی ہے وہ آدم کی اولاد پر غالب آجاتا ہے اور مسلط ہوجاتا ہے۔ اگر آدم کی اولاد سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہ ڈرے تو کوئی نہ اس پر مسلط ہوسکتا ہے نہ غالب آسکتا ہے۔ (اللہ کا ڈر سارے ڈر مٹا دیتا ہے)۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

کبار صحابہ رضی اللہ عنہ سے ہیں۔ آپ کی ولادت شعب (وادی) میں اس زمانے میں ہوئی جس زمانے میں بنوہاشم وہاں محصور تھے۔ یہ واقعہ ہجرت سے تین سال قبل کا ہے جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکمت عطا فرمائے۔ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تیرہ سال کے تھے۔ آپ نے (عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے) جبریل علیہ السلام کو دو مرتبہ دیکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے طائف میں سنہ اڑسٹھ ہجری میں وفات پائی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر اکہتر سال تھی۔ لوگ آپ کے جنازے میں حاضر تھے کہ ایک سفید پرندہ آیا اور آپ کے کفن میں داخل ہوگیا۔ ہر چند لوگوں نے تلاش کیا لیکن کسی نے نہ پایا۔ آپ کو دفن کرتے وقت کسی پڑھنے والے نے پڑھا۔ یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ٥ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ٥ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔[1] (اے نفس مطمئنہ لوٹ اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی، پھر میرے (خاص) بندوں میں شامل ہو اور میری جنت میں داخل ہوجا)۔

عمران حصین رضی اللہ عنہ

ان کی وفات بصرے میں سنہ ترپن میں ہوئی۔ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

(۱) پارہ ۳۰۔سورۃ الفجر، آیات ۲۷ تا ۳۰۔

اصحاب میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو عمران حصین پر فوقیت رکھتا ہو۔ میرے پیٹ میں تیس سال سے درد ہوتا تھا، وہ تشریف لائے، دم کیا، درد جاتا رہا۔

سلمان بن فارس رضی اللہ عنہ

اصفہان کے باشندے تھے۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مداین کا والی مقرر کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں مداین میں انتقال فرمایا۔ بابرکت اہل علم نے کہا ہے کہ سلمان رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جن کی عمر طویل ہوتی ہے۔ انہوں نے عیسیٰ بن مریم کی وحی کا زمانہ پایا۔ وہ دوسو پچاس سال زندہ رہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ سال زندہ رہے اور بعض کتابوں سے منقول ہے کہ ان کی عمر چارسو سال تک پہنچ چکی تھی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ پیشرو چار ہیں میں اہل عرب کا پیشرو ہوں، صہیب روم کے پیشرو ہیں، سلمان اہل ایران کے پیشرو ہیں اور بلال حبش کے پیشرو ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے روز فرمایا، سلمان میرے اہل بیت سے ہیں۔

جب ان کی وفات کا وقت قریب پہنچا تو انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم نے اس قدر مشک رکھا تھا اس کا کیا کیا۔ اسے پانی میں ڈال کر اچھی طرح حل کرلو پھر میرے سر کے اردگرد چھڑک دو تاکہ ایسی قوی حالت پیدا ہوجائے کہ نہ کسی انسان کو حاصل ہوئی ہو اور نہ کسی جن کو۔ بیوی نے کہا جیسا تم نے کہا تھا، میں نے اس کی تعمیل کردی ہے۔ مکان کے اندر سے آواز آئی، اے اللہ کے دوست تم پر سلام ہو، اے رسول اللہ کے صحابی تم پر سلام ہو۔ میں گھر میں داخل ہوئی تو میں نے دیکھا کہ ان کی روح (جسم سے) جدا ہوچکی تھی اور وہ اپنے بستر پر اس طرح لیٹے ہوئے تھے گویا سو رہے تھے۔

سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ

سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز سلمان رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا، اے بھائی ہم میں سے جو پہلے وفات پائے اسے چاہیے کہ دوسرے کو خواب میں نظر آئے۔ میں نے کہا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ مردے کو یہ اختیار حاصل ہوجائے کہ وہ دوسرے کو خواب میں نظر آئے۔ سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہاں مومن بندے کی روح کو آزادی حاصل ہوتی ہے کہ وہ زمین پر جہاں چاہے جائے اور کافر کی روح دوزخ میں قید ہوتی ہے۔ اس کے بعد جب سلمانؓ کا انتقال ہوگیا تو ایک روز میں روزانہ کے قیلولے میں سوگیا۔ سلمانؓ میرے خواب میں آئے اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا، میں نے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہا۔ میں نے دریافت کیا، اے ابوعبداللہ! آپ منزل پر کس طرح پہنچے؟ سلمان نے کہا

خیر و خوبی کے ساتھ پہنچ گیا۔ پھر مجھے نصیحت کی کہ توکل کو اپنی ذات پر لازم کرلو کیوں کہ توکل بہت ہی خوب شے ہے۔

طفیل بن عمر دوسی رضی اللہ عنہ

طفیل بن عمر دوسی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد میں مکے گیا۔ قبیلۂ قریش کے لوگ میرے پاس آئے اور کہا کہ اے طفیل تم ہمارے شہروں میں ایسے وقت آئے ہو کہ ہمارے درمیان محمد علیہ السلام کی دعوت ظاہر ہوئی ہے۔ ہماری قوم ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی اور معاملات درہم برہم ہوگئے۔ ان کی باتیں جادو کا اثر رکھتی ہیں حتیٰ کہ بھائی کو بھائی سے اور بیوی کو شوہر سے جدا کر دیتی ہیں۔ ایک روز عرب کے یہ فصیح ترین شاعر (طفیل دوسیؓ) کعبے میں داخل ہوئے لوگوں نے انہیں حضرت علیہ السلام سے ملنے سے روکا۔ انہوں نے کہا کہ میں ایک صاحبِ فصاحت شاعر ہوں۔ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہو آتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ حقیقت کیا ہے۔ اگر آپ ﷺ کی باتیں معقول ہوں گی تو سنوں گا ورنہ نہیں سنوں گا۔ بہرحال ایک روز وہ ایسے وقت حاضر ہوئے کہ آپ ﷺ کا دُربار اور گوہر نثار کلام ان کے کانوں میں پہنچا جسے سن کر وہ خوشحال ہوئے۔ ان کے حق میں دعا کی۔ ان کی پیشانی سے ایسا نور ظاہر ہوا جو اہل اسلام کی نشانی ہوتی ہے۔

طفیل رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے اور ان کے بیٹے عمر بن طفیل سخت زخمی ہوئے پھر صحت یاب ہوگئے بعدازاں امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

حسان بن ثابتؓ سے متعلق روایت کرتے ہیں کہ جب قبیلہ غسان مرتد ہوکر قیصر روم سے پیوست ہوا تو وہ آلِ غسان سے علیحدہ ہوکر رسول علیہ السلام کے ہمراہ چلے گئے۔ آلِ غسان نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حسان رضی اللہ عنہ کے لیے ہدیہ بھیجا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے حسان رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ جب حسان رضی اللہ عنہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے دولت خانے پر پہنچے تو نیاز و سلام پیش کیا اور کہا، امیر المومنین میں اس خفتہ[1] سے آپ میں اللہ تعالیٰ کی عطاؤں کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے حسان قبیلہ غسان نے تمہارے لیے کوئی چیز بھیجی ہے۔ راوی کہتا ہے واللہ اعلم میں اس عجیب بات کو جو حسان رضی اللہ عنہ سے میں نے دیکھی فراموش نہیں کرسکتا کہ انہوں نے اس خفتہ کا شوق ظاہر کیا حالانکہ کہ ان کے پاس ایسی (خوشبو والی) کوئی چیز نہ تھی۔ واللہ اعلم۔

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۶۱ پر یہ لفظ تین مقامات پر اسی طرح لکھا گیا ہے۔ پہلی مرتبہ تیسری سطر میں ''واز آل غسان خفتہ بود' جسے مترجم نے ''واز آل غسان رفتہ بود' قیاس کیا ہے اور اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔ دوسری بار سطر ۵ اور تیسری بار سطر ۷ میں تحریر ہوا ہے مترجم دونوں مقامات پر اس لفظ کے مفہوم تک نہیں پہنچ سکا۔ مترجم اپنی نارسائی پر معذرت خواہ ہے۔